NC
www.novelsclubb.com

# نوید صبح بہاراں

(ڈائجسٹ ناول)

ناولز کلب

از قلم روشن آرا

:novelsclubb :read with laiba 03257121842

روشنہ آزاد

# نویدِ صبحِ بہاراں

Digestlibrary.com

**آخری** پیپر دے کر گھر آئی تو نزہت خالہ اور نگین کی غیر متوقع موجودگی چونکا گئی۔ دل ہی دل میں بنایا اگلے ایک ہفتے تک سونے کا پروگرام ختم ہوتا نظر آیا۔

"خیریت!" خالہ کو سلام کے بعد اُس نے نگی سے زبردستی بشاشت سے پوچھا۔

"سب خیریت ہی ہے لیکن تمہاری خیریت کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی۔" نگی کا جواب اُس کی سمجھ میں نہیں آیا۔

"کیا مطلب؟" قدرے حیرانی سے پوچھا گیا۔

"کچھ نہیں تم فریش ہو لو پھر بتاؤں گی، ہمیں ایسی جلدی نہیں ہے۔" وہ خالہ کی طرف دیکھ کر مسکرائی جو اُسے اشارے سے فی الحال کچھ بتانے سے روک رہی تھیں۔ اُس کے ذومعنی لہجے پر حیران ہوتی وہ اپنے کمرے میں آگئی۔

"ہاں اب بتاؤ۔" ایک گھنٹہ بعد وہ دوبارہ اُس سے پوچھ رہی تھی۔ اور پھر جو کچھ نگی نے اُسے بتایا اُسے اُس نے سفید پڑتے چہرے اور سُن ہوتے ذہن کے ساتھ بے یقینی سے سنا تھا۔

"پلیز! ایسا مذاق مجھ سے مت کرو۔" وہ جیسے رو دینے کو تھی۔

"یہ مذاق نہیں ہے مائی ڈیئر کزن! حقیقت ہے اور میرے خیال میں یقیناً خوشگوار۔" وہ ہنوز لاپروائی سے کہہ رہی تھی۔

ناولٹ

"مم۔ میں بابا سے بات کروں گی۔ یہ فاؤل ہے۔ اُنہوں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ میڈیکل میں ایڈمیشن دلوانے کا۔ تمہیں کیا پتا، کتنی محنت سے میں نے پیپر دیے ہیں، صرف اسی لیے کہ مارکس کم نہ ہوں اور اب۔ اب یہ سب نہیں اِمپاسبل۔ میں بابا سے پوچھتی ہوں۔"

وہ اُٹھنے لگی تو نگی نے ہاتھ پکڑ کر اُسے دوبارہ بٹھا دیا۔ "دیکھو یہ سلسلہ تو تمہارے ایگزام سے بہت پہلے کا ہے اور تمہیں اس دوران اس لیے نہیں بتایا تاکہ تم ڈسٹرب نہ ہو جاؤ اور کہیں ایگزام ہی نہ دو۔ اب صرف میٹرک گریجویٹ بیوی تو نجیب احسن کو بھی قبول

نہیں ہو گی۔"
آخر میں وہ شریر ہو گئی لیکن اُس نے جیسے سُنا ہی نہیں۔
"کیا ہو گیا ہے تمہیں رشکِ حنا لڑکیاں تو شادی کروانے کے شوق میں مری جاتی ہیں۔ اور ایک تم ہو مُنہ کر مُنہ بنا لیا۔"
"وہ اور قسم کی لڑکیاں ہوتی ہوں گی۔ میں نے تو ابھی سوچا بھی نہیں ان سب باتوں کے لیے میں تو ذہنی طور پر تیار بھی نہیں ہوں۔"
"تم بے وقوف ہو، مجھے دیکھو حزم مجھے کتنا چاہتے ہیں۔ اور کیا میں تمہیں خوش اور مطمئن نظر نہیں آتی۔" نگی نے اپنی طرف اشارا کیا۔
"تمہاری اور بات ہے۔ تمہاری شادی گریجویشن کے بعد ہوئی تھی، پھر حزم بھائی تمہارے کزن تھے۔ بچپن سے ایک دوسرے کو جانتے اور سمجھتے تھے تم لوگ۔ نہیں نہیں نگی! بابا کو منع کر دو ورنہ۔ ورنہ میں کچھ کر لوں گی۔" اُس نے قطعیت سے کہا۔
"ہائیں! کیا کر لو گی تم۔ خودکشی یا کچھ اور بھٹہرو میں انکل کو بھیجتی ہوں۔ امی نے کہا تھا کہ باوجود اس کے کہ میں تم سے پانچ سال بڑی ہوں۔ میری تم سے اچھی انڈراسٹینڈنگ ہے۔ اس لیے میں تمہیں سمجھا سکتی ہوں اور تمہارے بابا کا بھی یہی خیال تھا لیکن میرا نہیں خیال کہ میں تمہیں قائل کر سکی ہوں۔ میں انکل سے کہتی ہوں۔ وہ خود ہی تم سے بات کر لیں گے۔"
وہ اُٹھ کر چلی گئی۔ وہ گھٹنوں پر سر ٹکا کر بیٹھ گئی۔ اب شدت سے رونا آنے لگا تھا۔ محض چند لمحوں میں بابا کمرے میں تھے۔
"حنا بیٹی!" اُنہوں نے اُس کے پاس بیٹھ کر اُس کے سر پر ہاتھ رکھا تو اُس نے چہرا اونچا کیا۔ آنسوؤں سے تربتر چہرا دیکھ کر وہ پریشان ہو گئے۔
"بیٹا! میری جان! یہ کوئی اتنی بڑی بات تو نہیں جو اس قدر پریشان اور ہلکان ہو رہی ہو۔"
"بابا! آپ نے تو کہا تھا مجھے ڈاکٹر بننا ہے کہ یہ آپ کی خواہش ہے۔ اور اب۔ اب یہ سب۔"

وہ پھر رو دی۔
"بس بیٹا یہ تو سب نصیب کے کھیل ہیں اور پھر دیکھو نا۔ ڈاکٹر تو بہت سی لڑکیاں بن جاتی ہیں، اگر ایک تم نہ سہی تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"
"لیکن بابا! اتنی جلدی، نگی کہہ رہی ہے اگلے ہفتے بابا آخر کیوں؟ میں اتنی بُری بیٹی تو نہیں ہوں آپ کی جو مجھے یوں بوجھ سمجھا جا رہا ہے۔"
"نہیں حنا بیٹا! ایسا کبھی مت سوچنا۔ تم تو میری سب سے اچھی بیٹی ہو۔ مجھے تم پر بہت مان ہے۔ اور پھر یہ تو اچھی بات ہے۔ نجیب اچھا بلکہ بہت اچھا ہے۔ تم یقیناً خوش رہو گی اور ہاں شام میں اُس کی بہن آئیں گی۔ شاید وہ بھی آئے۔ تمہاری ماں زندہ ہوتی تو یہ باتیں اُن کے کرنے اور بتانے کی تھیں۔ لیکن خیر، میں نے نزہت اور نگین کو اسی لیے بُلوا لیا ہے۔ تاکہ تمہیں کوئی کمی محسوس نہ ہو۔ اب تم زیادہ فکر نہیں کرو۔ اللہ پر چھوڑ دو۔ وہ بہتر کرے گا۔" وہ چلے گئے۔ اُس نے سوچا تھا کہ وہ بابا سے خوب ضد کرے گی۔ اور انہیں منا ہی لے گی لیکن پتا نہیں اس مرتبہ کیا ہوا کہ وہ اُن کے آگے ایک لفظ بھی نہیں بول سکی تھی۔
شام تک نگی نے اُس کو نجیب احسن کے متعلق بہت کچھ بتا دیا تھا۔
"تم دیکھنا۔ کتنی زبردست پرسنالٹی ہے۔" اُس نے زبردستی اُس کو تیار بھی کروا دیا تھا۔
"وہ لوگ پہلی مرتبہ آ رہے ہیں۔ تمہیں اچھا نظر آنا چاہیے۔ ویسے تو سب پہلے سے طے شدہ ہے۔ اُن کے پپا اور بابا کی پرانی دوستی تھی۔ اور یہ سب اسی کا نتیجہ ہے۔ لیکن اُن کی بہن نفیسہ آپی تمہیں کہیں اور دیکھ کر۔ پسند کر چکی ہیں۔ اور تمہارے "وہ" آج پہلی مرتبہ تمہیں دیکھیں گے۔ جاؤ گی نا سامنے۔"
وہ مسلسل اُسے نروس کر رہی تھی۔
"نہیں نگی پلیز، میں کسی کے سامنے نہیں جاؤں گی۔ پلیز دیکھو اور۔ اور مجھے اُن کو بھی نہیں دیکھنا۔"
"اوہو "اُن" ابھی سے "یہ" "وہ"، اور "اُن" بہت خوب۔" وہ اُسے زچ کرنے پر تُل گئی تھی۔
"پلیز نگی، دیکھو میرے ہاتھ کتنے ٹھنڈے ہو

ہے ہیں۔ اور تمہیں مذاق سوجھ رہا ہے۔" اُس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

"اُفوہ تم تو یونہی گھبرا رہی ہو، چلو آؤ باہر لان میں بیٹھتے ہیں۔" وہ باہر آئی ہی تھیں کہ تھوڑی دیر تک ان لوگوں کی آمد ہو گئی۔ وہ گھبرا کر اُلٹے قدموں اپنے کمرے میں بھاگی۔ نگی نے بمشکل اپنی ہنسی روکی تھی۔

نغمہ آپی اُسے اچھی لگی تھیں۔ پیاری سی مہربان سی۔ آہستہ آہستہ بولتی ہوئی۔ انہوں نے نجیب کے نام کی انگوٹھی اُسے پہنا کر گلے لگا کر پیار کیا تو وہ پہلی مرتبہ عجیب سے احساس سے دوچار ہوئی۔ تھوڑی دیر میں کچن میں جانے کے بہانے نگی اُسے باہر لے آئی۔

"اب کیا ہے؟" اُس نے اشارے سے پوچھا۔

"آؤ تمہیں ایک نظر نجیب کو دکھا دوں۔" وہ اُسے لان کے دوسری طرف سے برآمدے میں لے آئی۔

"یہاں کیا کریں گے؟"

"تم ایک منٹ یہاں ڈرائننگ روم کی کھڑکی کے پاس ٹھہرو۔ میں اندر جا کر پردہ ذرا سا سرکا کر آتی ہوں۔ وہ سامنے ہی بیٹھے ہیں۔ تم ـــ دیکھو گی تو خوش ہو جاؤ گی۔"

وہ منٹوں میں غائب ہو گئی۔ وہ حیران سی اُس کے کہے الفاظ پر غور کرتی رہ گئی۔ چند منٹ بعد کھڑکی میں اُسے اُس کی صورت نظر آئی۔ پردہ سرکا کر وہ اُس کی طرف دیکھ کر مسکرائی اور اُسے سامنے دیکھنے کا اشارہ کر کے ہٹ گئی۔

اُس کے تو ہاتھ پیر ٹھنڈے ہونے لگے تھے۔ بمشکل کھسک کر کھڑکی کے نزدیک ہوئی جونہی سامنے نظر کی اور سامنے بیٹھے شخص کو دیکھا۔ وہ بری طرح نروس ہو گئی۔ بلیو سوٹ، ریڈ ٹائی میں ملبوس شخص پہلی ہی نظر میں اُسے بے حد مغرور، اکھڑ، کلف زدہ سا نظر آیا۔ ماتھے پر پڑے دو تین بل خوبصورت گھنی مونچھوں تلے ہونٹ اس طرح بھنچے تھے جیسے شاید کبھی مسکراہٹ سے آشنا ہی نہ ہوئے ہوں۔ اور یہ محض اتفاق ہی تھا کہ ان کی نظر بھی ایکدم کھڑکی کی طرف اُٹھی اور اُس کی نظروں سے ٹکرا کر پلٹ گئی۔ لیکن اُن آنکھوں کا پہلا تاثر اُس کا دل بوجھل کر گیا تھا۔ سخت اور سرد سی نظریں تیزی سے پیچھے ہٹنے کی کوشش میں اُس کا پاؤں قریب رکھے گملے سے جا ٹکرایا۔ ہلکے سے شور کے ساتھ گملا تو ٹوٹا پاؤں بھی زخمی ہوا۔ جب نگی کی واپسی ہوئی تو وہ نیچے بیٹھی ٹشو پیپر سے زخمی پاؤں سے خون صاف کر رہی تھی۔

"بہت خوب۔ بجائے انگلیاں کاٹنے کے تم پاؤں زخمی کر بیٹھیں۔" وہ مسکراتے ہوئے اُس کے قریب ہی بیٹھ گئی۔

"کیا ہوا؟ یہ چوٹ کیسے لگ گئی؟"

"اُن کی آنکھوں میں اتنی سختی تھی کہ میں ڈر کر پیچھے ہٹی تو یہ گملا ٹوٹ گیا۔" وہ آہستہ سے کہہ رہی تھی۔

"بے فکر رہو، تمہیں جب اچھی طرح دیکھیں گے نا تو آنکھوں میں سختی کی جگہ پیار اور نرمی ہو گی۔ تم پریشان مت ہو۔" اُس نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر نرمی سے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "آؤ تمہیں اندر لے چلوں۔"

اگلا پورا ہفتہ بے حد ہنگامہ خیز تھا۔ اُس کی دوستوں کو پتا چلا تو وہ فوراً آ موجود ہوئیں۔ کوئی حیران تھی تو کوئی اُسے رشک سے دیکھ رہی تھی۔

"حنا! تمہارے میڈیکل میں ایڈمیشن کا کیا بنے گا؟" عاصمہ نے قدرے فکرمندی سے کہا تو وہ صرف اُس کی شکل دیکھ کر رہ گئی۔

"اُس کی اب دوسری کلاسز شروع ہونے والی ہیں۔ اور مستقل ایڈمیشن بھی وہیں ہو رہا ہے۔" نگین ایک مرتبہ پھر بولی تو وہ غصے سے گھور کر رہ گئی۔

"نگی! اچھا نجیب بھائی کا دیدار تو کروائیں۔ میرا مطلب ہے کوئی تصویر وغیرہ ہی۔" نائلہ نے کہا۔

"سوری بھئی، تم سب اب ایک ہفتے اور انتظار کر لو کیونکہ تصویر تو فی الحال کوئی ہے نہیں۔"

"ہائے یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ یعنی بے چاری رشکِ حنا پھر تو سچ مچ ہی ستم ہو رہا ہے۔ کیا اُس نے بھی نہیں دیکھا ہوا اُن موصوف کو۔ حنا ایمان سے سچ بتاؤ تم بغیر دیکھے ہی تیار ہو گئیں۔" منیزہ واقعی حیران تھی۔

Digestlibrary.com

"نہیں اب ایسی بھی کوئی بات نہیں۔ بیچارے تو اُن کی ایک جھلک دیکھتے ہی پاؤں زخمی کر بیٹھی تھی۔ آگے پتا نہیں کیا ہوگا" نگی نے شرارت سے کہا تو وہ ڈھنگ سے مسکرا بھی نہیں سکی۔ آنکھوں میں اس حسین کا مغرور سراپا گھوم گیا تھا۔

---

دوبئی سے بڑی آپا کا فون آیا تھا وہ رشک کی شادی اپنے دیور سے کرنا چاہتی تھیں۔ اور اب بات کے رد ہو جانے پر بابا پر ناراض ہو رہی تھیں۔

"آخر آپ کو اتنی جلدی کیوں تھی کوئی کمی تو نہیں ہے میری بہن میں"

"بیٹا! یہ بات نہیں ہے۔ بس یوں سمجھ لو کہ اپنے مرحوم دوست کو دیا ایک پرانا قول نبھا رہا ہوں"

"واہ بابا! یہ کیا بات ہوئی۔ اپنے قول نبھانے کے لیے آپ نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ دونوں کی عمروں میں کتنا فرق ہے۔ اور پھر میں تو حنا کی تعلیم مکمل ہونے کے انتظار میں تھی۔ میں نے تو خالد کے لیے سوچ بھی لیا تھا۔ اور آپ سے پہلے ذکر بھی کیا تھا" وہ قدرے ناراضگی سے کہہ رہی تھیں۔

"بیٹا! جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں۔ رشک حنا کا جوڑا اگر نجیب احسن کے ساتھ لکھا ہے تو تم اور میں کون ہوتے ہیں فیصلہ کرنے والے۔ یہ تو اوپر والے کا فیصلہ ہے۔ اور جہاں تک عمروں کے فرق کا تعلق ہے تو میرے خیال میں بارہ، تیرہ سال کا فرق کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اصل چیز ایڈجسٹمنٹ اور انڈر اسٹینڈنگ ہے اور مجھے پوری اُمید اور یقین کامل ہے کہ میری بیٹی مجھے مایوس نہیں کرے گی" بابا اُنہیں پوری طرح قائل کرنا چاہ رہے تھے۔

"اچھا ٹھیک ہے بابا! جو آپ کی مرضی لیکن میں نہیں آسکوں گی۔ آپ کو کیا معلوم۔ طارق اور سب گھر والے اس بات سے کس قدر ناراض ہیں۔ طارق کی امی تو کہہ رہی ہیں کہ آپ نے ہم لوگوں کی بے عزتی کر دی ہے۔ خالد کا بر پرپوزل رجیکٹ کر کے"

"نہیں بیٹا! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں خود اُن سے بات کر لوں گا۔ اور تم ضرور آؤ گی۔ تم ایک ہی تو بہن ہو اُس کی"

"میں کوشش کروں گی بابا! ویسے یہ ممکن نہیں ہے۔ اچھا آپ حنا سے بات کروا دیں"

حنا کے لائن پر آتے ہی وہ ایک بار پھر شروع ہو گئیں "میں کیا کروں آپا! میری تو خود کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا" وہ روہانسی ہو رہی تھی۔

"تم بہت بے وقوف لڑکی ہو۔ مجھے پکا یقین ہے تم کچھ بھی نہیں کر سکتی ہو۔ اچھا یہ بتاؤ تم نے نجیب کو دیکھا ہے؟"

"جی" اُس نے آہستہ سے کہا۔

"کیسے لگے تمہیں؟"

"پتا نہیں آپا! بس میں اُن کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گئی ہوں مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے" اب وہ رونے لگی تھی۔

"حنا! تم بالکل مت ڈرو۔ اللہ نے چاہا تو سب ٹھیک ہو جائے گا" وہ اُسے تسلی دینے لگیں۔ نزہت خالہ کی آمد پر وہ فون اُنہیں تھما کر اپنے کمرے میں آ گئی۔

---

زندگی کا اہم ترین دن اُس کی زندگی میں اتنا اچانک اور نہ چاہتے ہوئے آیا تھا کہ وہ اب تک باوجود کوشش کے خود کو ذہنی طور پر تیار نہیں کر پائی تھی۔ انجانے خوف نے اُس کے دل و ذہن کو اپنے شکنجے میں جکڑ رکھا تھا۔ سبز اور سُرخ عروسی لباس میں چہرے کی سوگواری اور آنکھوں میں بسا انجانا خوف اُسے مزید دلکش بنا رہا تھا۔

"نجیب بھائی تو بیچارے آج گئے کام سے۔ ویسے حنا ایمان سے تم بھی بہت لگی ہو۔ اتنے زبردست ہیں تمہارے نجیب احسن صاحب" عاصمہ نے اُس کے نزدیک بیٹھ کر آہستہ سے کہا۔ وہ جیسے کچھ نہیں سن رہی تھی۔

"کچھ بولو گی نہیں"

"کیا بولوں، میں تو اب اس پورے ہفتے میں اس قدر تھک گئی ہوں بچ اتنی نیند آ رہی ہے۔

کاش میں سو سکتی۔" اُس کی بات کے جواب میں رشکِ حنا نے حسرت سے کہا۔

نگی جو کچھ کہنے ہی والی تھی کچھ خواتین کے قریب آجانے پر چپ کی چپ رہ گئی۔

رخصتی کی رسومات نے اُسے بالکل نڈھال کر دیا تھا۔ بڑی آپا حسبِ توقع نہیں آئی تھیں۔ وہ دیر تک بابا کے سینے سے لگ کر روتی رہی۔ تب ہی نگی نے اُسے آہستہ سے الگ کیا۔

"اب بس کرو، تمہارے میاں صاحب کا موڈ آف ہونے لگا ہے۔" اُس نے سرگوشی میں کہا۔ اُسے بڑی شدت کا رونا آرہا تھا اور وہ نگی کے گلے لگ کر مزید رونے کا پروگرام بنا رہی تھی۔ لیکن فضہ آپی اس دوران بابا سے جانے کی اجازت لے چکی تھیں۔ نگی اور عاصمہ نے سہارا دے کر اُسے کار تک پہنچایا۔ دھک دھک کرتے دل کے ساتھ وہ اندر بیٹھی۔ اُس کے ایک طرف فضہ آپی تھیں۔ اور دوسری طرف نجیب۔ گاڑی آہستہ سے رینگنے لگی تو انجانے خوف نے ایک بار پھر اُسے اپنے حصار میں لے لیا۔ کتنے بہت سے آنسو خاموشی سے بہنے لگے تھے۔

آف وہائٹ کلر اسکیم کے ساتھ آسمانی پردے بلیو کارپٹ کمرے کے مکین کے اچھے ذوق کی نشاندہی کر رہے تھے۔

"تم تھوڑی دیر آرام کر لو۔ بہت تھکی ہوئی لگ رہی ہو۔"

وہ تو پہلے ہی نیند سے بے حال ہو رہی تھی۔ وال کلاک پر نظر ڈالی۔ ایک بج چکا تھا۔ (اگر یہ سب کچھ نہیں ہوتا تو اب تک تو کم از کم چار گھنٹے کی نیند پوری ہو جاتی۔) بند ہوتی آنکھوں اور غافل ہوتے ذہن کے ساتھ تکیے پر سر رکھتے ہوئے اُس نے سوچا تھا۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد فضہ آپی اندر آئیں تو وہ گہری نیند میں تھی۔ مسکراہٹ اُن کے ہونٹوں پر دوڑ گئی۔

"حنا!" اُنہوں نے آہستہ سے اُسے پکارا۔ وہ اُٹھی تو ایک لمحے کو کچھ بھی ذہن میں نہیں رہا پھر خود پر نظر پڑتے ہی سب کچھ یاد آگیا۔

"بہت تھک گئی ہو۔" اُنہوں نے مسکراتے ہوئے اُس کا ٹیکہ درست کیا۔

"نہیں تو۔" وہ جھینپ گئی۔ اُس کا میک اپ دوبارہ ٹھیک کر کے اُسے ایک نظر دیکھا۔ "اب ذرا ٹھیک سے بیٹھنا، سونا نہیں ہے۔" اُنہوں نے اُس کا دوپٹہ درست کیا۔

"میں نجیب کو بھیجتی ہوں۔" جاتے جاتے اُنہوں نے کہا تھا۔

چند منٹوں بعد دروازے پر آہٹ ہوئی تو وہ مزید سنبھل کر بیٹھ گئی۔ نیند کے خمار سے بوجھل آنکھوں اور اُس کے خوابیدہ حسن نے ایک لمحے کو اُنہیں مسحور کر دیا۔ وہ جاگتے رہنے کی کوشش میں زبردستی آنکھیں کھول رہی تھی۔ "بہت نیند آرہی ہے؟" گمبھیر لہجے میں کہا گیا۔

"جی ایک ہفتے سے بالکل نہیں سوئی۔" وہ صاف گوئی سے اُن کی طرف دیکھے بغیر بولی۔

"اوہو! یہ تو بُرا ہوا۔" اُن کے چہرے پر ایک لمحے کو مسکراہٹ آکر غائب ہو گئی۔

"اچھا! یہ تمہاری رونمائی۔ گو تم نے اس کا موقع نہیں دیا۔" اُن کی نظروں کی تپش نے اُسے نگاہیں جھکانے پر مجبور کر دیا۔ وہ بہت خوبصورت لاکٹ تھا۔ اُس کے نام کے پہلے حرف "آر" کے ساتھ نجیب کا نام لکھا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اُس کو پہناتے۔ اُس نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر اُن کے ہاتھ سے لے لیا۔ وہ ایک لمحے کو شدید حیرت کا شکار ہوئے پھر چہرے پر غصے کے آثار نمودار ہونے لگے۔ آپی نے اُنہیں بہت سمجھا کر بھیجا تھا۔ اُن کا موڈ پہلے ہی لوگوں کی مختلف قسم کی باتوں پر خراب تھا۔ ہر کوئی دبی زبان میں اُن دونوں کے درمیان موجود عمر کے فرق کو ڈسکس کر رہا تھا۔ اور یہ سب اُس آخری موقع پر ہوا تھا۔ جب وہ کچھ کر بھی نہیں سکتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ موڈ خراب ہو چکا تھا۔ وہ تو فضہ آپی نے بمشکل اُنہیں منایا تھا۔ اور اندر بھیجا تھا۔ اور یہاں رشکِ حنا کو دیکھ کر اُنہیں خود بھی لوگوں کی باتوں کا احساس ہوا تھا۔ لیکن اب وہ اُن کی منکوحہ تھی۔ تمام باتوں کو پسِ پشت ڈال کر اُنہوں نے اُس کی طرف

پیشیں رفت کی تھی۔ لیکن اُس نے جس طرح اُن کے ساتھ سلوک کیا تھا۔ وہ اُسے اپنی توہین سمجھے تھے۔

"ٹھیک ہے، تم آرام کرو۔"

وہ فوراً اُٹھ گئے، اُس نے اُن کے بدلتے رویے کو محسوس بھی نہیں کیا۔ اُن کے جاتے ہی اُس نے جلدی جلدی زیورات اُتارے، اُن کا دیا لاکٹ تکیے کے نیچے ڈالا۔ اور مزے سے اُن ہی کپڑوں میں سوگئی۔

کافی صبح نجیب اندر آئے تو وہ اُٹھ چکی تھی۔ وہ حیران رہ گئے۔ وہ ابھی تک عروسی لباس میں تھی یعنی کہ وہ ان ہی کپڑوں میں سوگئی تھی۔

"فارگاڈ سیک۔ اس ہیرا شوٹ سے تو نجات حاصل کرو۔" اُنہوں نے اُس کے زرتار شرارا سوٹ کی طرف اشارہ کیا اور واش روم میں چلے گئے۔

کے وہ اُن کے رویے پر حیران رہ گئی۔ رات اُس نے جو کچھ اُن کے ساتھ کیا تھا۔ وہ اُسے قطعی یاد نہیں تھا۔ نصفتہ آپی اندر آئیں تو وہ سنبھل کے بیٹھ گئی۔

اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد اُنہوں نے اچانک اُس کی رونمائی میں دیے جانے والے گفٹ کا پوچھا۔ بے اختیار اُس کا ہاتھ اپنے گلے تک گیا تھا۔

"اُف!" اُسے یاد آگیا۔ تکیے کے نیچے ہاتھ ڈالا تو لاکٹ اُس کے ہاتھ میں تھا۔

"ارے یہ کیا۔ یہ تم نے پہنا نہیں؟" اُنہوں نے حیرانی سے پوچھا۔

"جی وہ۔ وہ پہنا تھا، چبھنے لگا تھا تو اُتار کر یہاں رکھ دیا تھا۔ اصل میں مجھے کچھ پہننے کی عادت نہیں نا!"

بر وقت بہانہ گھڑنے پر اُس نے خود کو دل ہی دل میں داد دی۔ بظاہر اُس نے اُنہیں مطمئن کر دیا تھا۔ لیکن اب اُسے نجیب سے ڈر لگ رہا تھا۔ کیونکہ جس وقت وہ لاکٹ تلاش کر رہی تھی، وہ اُسی وقت کمرے میں آئے تھے۔ اور ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں سے اُنہوں نے نہ صرف اُس کی تمام حرکات بغور دیکھی تھیں۔ بلکہ آپی سے بولا جھوٹ بھی سُنا تھا۔ اور اُن نظروں میں ایسا کچھ ضرور تھا جو اُسے ڈرا گیا تھا۔

"حنا! تم بھی فریش ہو لو، پھر میں تمہیں سب سے ملواتی ہوں۔" اُنہوں نے جاتے ہوئے کہا۔ جبکہ نجیب اُن سے پہلے ہی چلے گئے تھے۔

کافی دیر بعد وہ محض نفیسہ آپی کے کہنے پر اُسے بلانے آئے تھے، ورنہ اُن کا اُس کی موجودگی میں اندر آنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی تھی۔ اُن کی نظریں اُس کی پشت پر بکھرے سیاہ لمبے، گھنے آبشار جیسے بالوں میں اُلجھ کر رہ گئیں۔ وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اُس کے نزدیک آگئے۔ ایک لمحے کو دل چاہا کہ اُس کے حسین بالوں کو چھو کر محسوس کریں۔ لیکن اُس کا رات کا رویہ یاد آتے ہی وہ دو قدم پیچھے ہٹ گئے۔ وہ اُن کی آمد سے بے خبر اُن کی طرف سے پُشت کیے اُن کا دیا لاکٹ پہننے کی کوشش کر رہی تھی۔

"اُفوہ!" جھنجلا کر جو مڑی تو نظریں سیدھی جا کر نجیب سے ٹکرائیں۔

"آ۔ آپ کب آئے؟" اُس کی گھبراہٹ قابلِ دید تھی۔

"آپی! تمہیں بُلا رہی ہیں۔ جلدی آؤ۔" اُنہوں نے اُس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ اپنی بات کہہ کر وہ واپسی کے ارادے سے گھومے۔

"سُنیے!" اُس کی آواز نے اُن کے بڑھتے قدم روک لیے۔

"یہ اُس کا لاک مجھ سے نہیں لگ رہا!"

"پھر اس میں بھی میرا ہی قصور ہے!" تیزی سے کہا گیا۔ وہ حیران رہ گئی۔

"م۔ میرا یہ مطلب تو نہیں۔ آپ میرا مطلب ہے۔ آپ ذرا اس کا لاک لگا دیں۔"

"اچھا!" وہ اُس کے قریب آگئے۔ "مجھے تمہارے نزدیک آنے کی اجازت ہے۔ رات تو تم نے مجھ پر ساری حدود نافذ کر دی تھیں۔ اب تمہیں مجھ سے ڈر نہیں لگ رہا!" بڑا طنزیہ لہجہ تھا۔

"رہنے دو، اب اس کے پہننے یا نہ پہننے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یوں بھی تمہیں تو عادت نہیں ہے نا!"

ماتھے پر پڑی شکنوں میں اضافہ ہو رہا تھا۔



Digestlibrary.com

وہ حیران سی اُن کی باتیں سُن رہی تھی۔ وہ اُس پر جتنے الزام لگا رہے تھے۔ اُسے نہیں یاد تھا کہ اُس نے دانستہ اُن کے ساتھ کوئی بُرا سلوک کیا تھا۔

"م۔ میں نے تو کچھ بھی نہیں کہا تھا۔" بدقت اُس نے کہا۔

"بہت خوب۔ یقیناً تم جتنی دلکش ہو، تمہاری باتیں بھی اتنی ہی دلفریب ہیں۔ لیکن تم نے کل رات جو میری بدپذیرائی کی۔ میں اُسے ساری زندگی نہیں بھلا سکتا۔ اور نہ ہی تمہیں معاف کر سکتا ہوں۔" بے حد غصے اور سخت لہجے میں کہا گیا تھا اور یہ دیکھے بغیر کہ وہ یہ سب سُن کر کس قدر شاکڈ بلکہ سہم گئی تھی۔ تیزی سے چلے گئے۔

شام کو ولیمہ تھا۔ گلابی رنگ کے سوٹ میں وہ بہت سج رہی تھی۔ ہر کوئی اُسے سراہ رہا تھا۔ لیکن جس نے اصل میں سراہنا تھا۔ اُس کی لاتعلقی عروج پر تھی۔ بلیک ڈنر سوٹ میں تمام تر غرور اور وجاہتوں سمیت وہ بھی سب کی نگاہوں کا مرکز تھے۔ رشکِ حنا کے گھر والوں کے ساتھ اُن کا رویہ بس مناسب تھا۔ البتہ بابا کے سامنے وہ اتنا مودب ہو رہے تھے کہ وہ بھی حیران تھی ان کے متضاد رویوں پر۔ اور وہ شاید ان کی کوئی کزن تھی اور شاید ان کے بہت قریب بھی تھی کم از کم اُس کا بے تکلفانہ انداز اُسے یہی بتا رہا تھا۔

"اوہ نجیب ڈیئر! یہ ہے تمہاری دُلہن! سچ سچ کیا اسکول سے ہی اُٹھا لیا۔ شی از کوائیٹ پریٹی بٹ ٹوینگ دین یو۔" عجیب عامیانہ انداز تھا۔

وہ تلملا کر رہ گئی۔

"اوہ پور گرل!" وہ عجیب طرح سے ہنسی تو اُسے سخت ناگوار گزرا تھا۔ نجیب کے آہستہ سے ہنسنے کی آواز اُس نے سُنی تھی۔ کیسی فاتحانہ ہنسی تھی اُن کی، اُس کو اپنے اندر کچھ ٹوٹتا سا محسوس ہوا۔

وہ اُس کے پاس ہی بیٹھ گئی تھی اور بار بار اُس کی طرف جھک کر اُسے عجیب سی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ رشک اور حسد سے بھری نظروں سے۔ نگی جو اُس کے ساتھ ہی بیٹھی تھی، بہت ناگواری سے اُسے دیکھ رہی تھی۔ مگر مصلحتاً خاموش تھی۔



Digestlibrary.com

"کیا دیا بخیب نے رونمائی میں؟" پھر اُس کی نظر خود ہی اُس کے گلے میں پڑے لاکٹ پر جا کر ٹک گئی۔

"یقیناً یہی۔" اُس نے کہا تو اُس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"بیوٹی فل میرا نام رملہ ہے "R" میرے نام کا بھی پہلا حرف ہے لیکن یقیناً تم بہت لکی ہو جو یہ لاکٹ تمہارے گلے میں ہے۔" عجیب یاسیت بھی لہجے میں۔

"آپ کو یہ کوشش پہلے کرنی چاہیے تھی۔" نگی سے اُن کے برداشت نہ ہوا تو کہہ دیا اور اُس کے پاس شاید اس بات کا کوئی جواب نہیں تھا۔ چند ہی لمحوں میں وہ وہاں سے اُٹھ گئی تو نگی اُسے دیکھ کر شرارت سے مسکرائی۔ اُس کے اپنے اندر تو سوگواری چھائی ہوئی تھی لیکن پھر بھی نگی کی خاطر اور دوسرے لوگوں کی وجہ سے مسکرا دی۔

اُس کے گھر والوں کے بے حد اصرار کے باوجود بخیب نے اُسے اُن کے ساتھ گھر بھیجنے سے سختی سے انکار کر دیا تھا۔

"ہم کل آئیں گے بابا!" اُس نے براہِ راست بابا کو مخاطب کیا تھا۔

"بخیب بھائی یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی، ہمارے ہاں تو ایسا نہیں ہوتا۔" نگی اُن سے اُلجھ گئی تھی۔

"پلیز نگین! میں نے ابھی بابا سے کہا تو ہے ناں۔"

ایک تو ان کا موڈ فوراً خراب ہونے لگتا تھا۔ فضہ آپی ان کی عادت سے بخوبی واقف تھیں۔ اس لیے اُنہوں نے فیصلہ ان پر ہی چھوڑ دیا تھا۔ اور وہ بیچاری خود درمیان میں اس طرح موجود تھی جیسے اُس کی کوئی اہمیت ہی نہیں۔ کسی نے بھی اُس کی مرضی اور خواہش جاننے کی کوشش نہیں کی تھی۔ البتہ وہ خود اپنے گھر جانے کو بے چین تھی۔ بخیب کے رویے نے اُس پر کوئی ایسا خوشگوار تاثر نہیں چھوڑا تھا کہ وہ اُن کے روکنے پر خوش ہوتی۔ بلکہ اندر ہی اندر وہ کانپ رہی تھی، ڈر رہی تھی۔ خدا جانے وہ اُسے روکنے پر اتنے بضد کیوں تھے۔

وہ اُس سے کیسا سلوک کرنے والے تھے۔ اُس کا دل چاہ رہا تھا کہ بابا اُس سے کہہ دیں کہ وہ اُسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بابا کے سامنے وہ کچھ کہہ نہیں سکتے تھے۔ لیکن بابا نے تو اُس کی رہی سہی اُمید بھی ختم کر دی جب اُن کی بات کے جواب میں اُنہوں نے کہا۔

"ٹھیک ہے بیٹا! جیسی تمہاری مرضی رشک حنا اب تمہاری بیوی ہے اگر تم نہیں چاہتے تو کوئی بات نہیں۔ لیکن کل ہم سب تمہارے منتظر رہیں گے۔" اور وہ مودب سے اُن کے شکر گزار تھے۔ اُن کے چہرے پر پھیلے خوشی کے عجیب سے تاثر نے اُس کا دل دھڑکا دیا تھا۔

رات وہ لباس تبدیل کر کے کمرے میں آئی تو وہ بیڈ لائیٹ کی روشنی میں کوئی کتاب پڑھ رہے تھے۔ گولڈ لیف کی مہک کمرے میں پھیلی تھی۔ عجیب سے خوف نے اُس کے قدم جکڑ لیے۔ دھڑکنیں منتشر ہونے لگیں۔ دل چاہ رہا تھا یا تو وہ اس کمرے سے چلے جائیں یا وہ خود کہیں چلی جائے۔ اُنہوں نے ترچھی نظروں سے اُسے کشمکش کی کیفیت میں دیکھا پھر اُٹھ کر لائٹ آن کر دی۔ "تم یقیناً اپنے گھر جانا چاہ رہی تھیں ہے نا؟" اُنہوں نے اُس کی آنکھوں میں جھانکا۔ وہ کیا جواب دیتی ایسے شخص کا کیا بھروسا تھا وہ پھر کوئی اور مطلب نکال لیتے۔

"مجھے بھی کوئی شوق یا ضرورت نہیں تھی تمہیں روکنے کی لیکن میں یہ بات تم پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں اس طرح تمہارا بار بار میکے جانا پسند نہیں کرتا۔ تمہارے بابا سے میں نے کل کے لیے کہہ دیا ہے لیکن، تمہاری واپسی میرے ساتھ ہی ہو گی سُن لیا نا؟"

"جی!" اُس کے لبوں سے بمشکل نکلا۔

"کل سے پہلے اپنے کام میں خود ہی کرتا تھا یا بی بی کرتی تھیں۔ لیکن چند دنوں بعد جب آپی وغیرہ چلی جائیں گی۔ یہ سب صرف تمہاری ذمہ داری ہو گی۔ میں صبح جلدی اُٹھنے کا عادی ہوں بیڈ ٹی لینا میری عادت ہے۔ اُس کے بعد کی مصروفیات بھی تمہیں ان دنوں میں معلوم ہو ہی جائیں گی تمہیں

"بہت الرٹ رہنا ہوگا غیر ذمہ داری مجھے بالکل پسند نہیں تم سُن رہی ہو نا؟" وہ بیڈ کے ایک طرف نیم دراز تھے۔ جبکہ وہ دوسری طرف ٹکی ہوئی تھی۔

اُف اس قدر ذمہ داریاں صبح بیڈ ٹی۔ جلدی اُٹھنا وہ جو دیر سے اُٹھنے کی عادی تھی۔ گھبراہٹ کا شکار ہو رہی تھی۔ کالج جانے کے لیے بابا اُسے کتنی بار جگانے آتے تھے۔ اور وہ ہمیشہ دیر کر دیتی تھی۔ زیادہ تر یہ ہوتا تھا کہ وہ تیار ہو کر بمشکل ناشتے کی ٹیبل تک آتی۔ بابا اُس کے لیے ناشتا تک تیار کرتے تھے۔ وین کا ہارن بجتے ہی وہ بھاگتی تھی۔ کبھی کبھی بغیر کچھ کھائے پیے بھی اور یہاں اس قدر ذمہ داریاں اُس کی آنکھوں میں نمکین پانی جمع ہونے لگا اپنی بے بسی اور اچانک پڑنے والی افتاد پر۔

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا!" وہ اُس کی طرف جھکے تو اُس نے بمشکل جھکا ہوا سر اُٹھایا۔ باوجود کوشش کے آنکھوں کی گیلی ہوتی سطح وہ چھپا نہ سکی تھی۔

"دیکھو یہ مجھے ہر بات بات پر وقت رونے والی لڑکیاں بالکل پسند نہیں!" اُن کے لہجے کی سختی میں اضافہ ہوا تو وہ گھبرا گئی۔

"مم۔ میرا مطلب ہے کہ مجھے تو اتنی جلدی اُٹھنے کی عادت بھی نہیں ہے۔" گھبراہٹ اور ان کے خوف سے سچ منہ سے نکل گیا تو اُس نے جلدی سے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبایا۔ (اب پتا نہیں کیا سننے کو ملے۔) ایک لمحے کو وہ اُسے دیکھتے رہ گئے۔

"عادت ہونی چاہیے اور اب تو ڈالنی ہی ہو گی۔" وہ اُس سے نظریں چرا گئے تھے۔

"رات تم نے میرے ساتھ جو سلوک کیا، مجھے اسٹڈی میں سونا پڑا، اور جانتی ہو بی بی نے مجھے وہاں جاتے اور صبح کمرے میں آتے دیکھ لیا تھا۔ وہ یقیناً بہت کچھ جان گئی ہوں گی۔ لیکن اب روز روز میں یہ نہیں کر سکتا، اور تمہاری بھی مجبوری ہے کہ مجھے ناپسند کرنے کے باوجود تمہیں بھی یہیں اسی کمرے میں رہنا ہو گا۔" (یہ کیسی غلط فہمی ہے) اُس نے سوچا۔

"اسی لیے بہتر یہ ہے کہ تم صوفے یا کارپٹ پر سو جاؤ، مجھے اس طرح سونے کی عادت نہیں ہے۔" بات ختم کر کے اُنہوں نے اُٹھ کر لائٹ آف کر دی، اور آ کر لیٹ گئے۔ وہ خاموشی سے بیٹھی رہ گئی۔ سارے فیصلے وہ خود ہی کر رہے تھے۔ کیا اُس کی اپنی کوئی مرضی نہیں تھی۔ وہ اُسے کیا سمجھانا چاہ رہے تھے۔ اپنی برتری یا اُس کی حیثیت جو اُن کی نظروں میں یقیناً صفر تھی۔ یہ اُس کا خیال تھا۔ اُنہوں نے کروٹ لی تو وہ تکیہ اُٹھا کر صوفے پر آ گئی۔ (کیا مجھے اس طرح سونے کی عادت ہے؟) لیٹتے ہوئے اُس نے سوچا تھا۔

---

اگلے ہفتے فضہ آپی بھی چلی گئیں تو وہ بی بی کے ساتھ گھر میں اکیلی رہ گئی۔ فضہ آپی اور نجیب بہت چھوٹے تھے۔ جب اُن کی والدہ کا انتقال ہوا تھا۔ بی بی تب سے اُن کے گھر میں تھیں۔ نجیب اور آپی کو اُنہوں نے اپنے بچوں کی طرح ہی پرورش کیا تھا۔ اور وہ بھی اُن کی بہت عزت کرتے تھے۔ رشک بھی اُن کا بہت احترام کرتی تھی۔ بی بی اُس سے بھی بہت محبت سے پیش آتی تھیں اور اُسے اُن کا دم غنیمت لگا تھا۔ ورنہ نجیب کا اُس سے جو سلوک تھا۔ وہ کیونکر گزارا کر سکتی تھی۔ جبکہ وہ خود عادتاً بہت شوخ اور خوش مزاج تھی۔ رومانی ناول اور اچھی شاعری پڑھنے کا اُسے جنون تھا۔ عاصمہ اور وہ چھٹیوں کے دوران ڈھونڈ ڈھونڈ کر ناول لے کر آتیں۔ چاہے وہ کسی اچھے بک اسٹال سے لیں، یا فٹ پاتھ سے اور اب اُسے یہاں آ کر یوں لگ رہا تھا جیسے کسی قید خانے میں آ گئی ہو۔ رومانس تو دور کی بات، اُس شخص کے تو مزاج تک میں نرمی نہیں تھی۔ کم از کم اُس کی ذات تک تو نہیں تھی۔ وہ ایک بار اُن کی غیر موجودگی میں وہ اُن کی اسٹڈی میں بھی گئی۔ لیکن وہاں فلسفے سے لے کر منطق تک کی کتابیں مل گئیں۔ لیکن کوئی رومانی ناول وہ باوجود کوشش کے نہیں تلاش کر سکی تھی۔ البتہ شاعری کا اچھا انتخاب تھا۔ اُسے خوشی کے ساتھ حیرت بھی ہوئی، نرم و نازک احساسات والی شاعری

بھی یقیناً اُن کے مزاج پر گراں گزرتی ہوگی۔ یہ اُس کی ذاتی رائے تھی۔ جو اُس نے اپنے تک ہی محفوظ رکھی تھی۔ اور جس دن آپی وغیرہ کے جانے کے بعد اُنہوں نے اُس سے یہ کہا کہ کل سے اُن کی ہر ذمہ داری اُس پر ہے۔ وہ صبح جلدی اُٹھنے کے خوف میں پوری رات نہیں سو سکی جب بھی آنکھ لگتی چونک کر جاگ جاتی۔ بار بار گھڑی دیکھتی وہ اُسے بے آرام کر کے خود کتنے آرام سے سو رہے تھے۔ اُنہوں نے کروٹ لی تو وہ بے اختیار اُن کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ اُس کے ہوتے ہوئے بھی اُس کے نہیں تھے۔ کتنی آسودگی تھی اُن کے خوبصورت چہرے پر اُسے کانٹوں میں گھسیٹ کر مطمئن تھے جبکہ وہ خود اُن کے عائد کردہ ناکردہ گناہوں کی سزا بھگت رہی تھی۔ اتنا توہین آمیز سلوک ہوتا تھا اُن کا کہ وہ اپنی تذلیل پر اندر ہی اندر کڑھ کر رہ جاتی تھی۔

صبح چھ بجے وہ اُٹھ کر اُن کے لیے بیڈ ٹی لے کر آئی تو وہ سگریٹ ہونٹوں میں دبائے کچھ سوچ رہے تھے۔ اُس کا دل چاہا اُنہیں اتنی اسموکنگ سے منع کرے لیکن باوجود چاہنے کے کچھ کہہ نہ سکی۔ آہٹ پر وہ متوجہ ہوئے۔ اُس کے ہاتھ سے کپ لیا تو آنکھیں اُس کی سرخ ہوتی نظروں میں اُلجھ کر رہ گئیں۔

"تم سوئی نہیں تھیں کیا؟"

"نہیں سو گئی تھی۔" وہ جھوٹ بول گئی۔ جانتی تھی کہ اگر سچ بھی کہا تو کیا فائدہ ہوگا۔

"میں جانتا ہوں تم پوری رات ہی جاگی ہو۔ (آپ تو میرے متعلق سب کچھ جاننے کے دعویدار ہیں)

"میرا خیال ہے۔ بجائے راتوں کو جاگنے کے تمہیں خود کو اب ان حالات کا عادی بنا لینا چاہیے۔" سنگدلی سے کہہ کر وہ واش روم میں چلے گئے۔ اُن کے رویے پر اُس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ (ہائے رشک حنا کیا تھی وہ عیش بھری زندگی اور کہاں یہ جبری مشقت بابا آپ نے اچھا نہیں کیا اپنی بیٹی کے ساتھ) وہ آنسو آنکھوں سے نکل کر چہرے پر آئے تو وہ ہاتھ کی پشت سے آنکھیں صاف کرتی ہوئی وارڈ روب کی طرف بڑھ گئی۔

وہ اُن تمام معمولات کی اس قدر عادی ہو گئی تھی کہ اُسے خود کبھی کبھی اپنے آپ پر حیرت ہوتی اور مجیب جو صرف اُسے اذیت دینے کے خیال کے تحت یہ سب کر رہے تھے۔ اکثر اُس کی اتنی اطاعت گزاری دیکھ کر جھنجلا جاتے اُن کا خیال تھا وہ جس قدر لاابالی زندگی گزار کر آئی ہے تو چند دنوں میں ہی گھبرا جائے گی لیکن اُس کی مستقل مزاجی اُن کے لیے باعثِ حیرت تھی۔ وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ یہ بی بی ہی تھیں جو ہر موقع پر اُس کی ہمت بندھاتی رہتی تھیں وہ جب بھی تھکنے لگتی وہ اُسے حوصلہ دیتیں۔ وہ جانتی تھیں مجیب کا اُس کے ساتھ کیا رویہ ہے۔ اُس نے بی بی کو پہلی رات والی بات بھی بتا دی تھی۔ اور اُس کے بعد مجیب کا جو بھی رویہ تھا وہ اُن کے سامنے تھا۔ وہ کہتی تھیں خدمت ہمت اور محبت کے ہتھیار سے وہ انہیں فتح کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔ آخر کب تک وہ اپنی انا کا پرچم بلند کیے رکھیں گے۔ ایک نہ ایک دن تو آخر انہیں سستانے کے لیے آرام کرنے کے لیے اُس کے وجود میں پناہ لینی ہی ہے۔

"کب بی بی آخر کب؟"

"بہت جلد تم دیکھنا وہ اس گھر سے اور تم سے بچ کر کہیں جا ہی نہیں سکتا۔ دراصل وہ بچپن سے ایسا ہی ہے ضدی اپنی بات منوانے والا تم نے نادانستگی میں اُسے شکست دی، بس یہ اُس بات کا غصہ ہے جو وہ اندر ہی اندر پیچ و تاب کھاتا ہے۔ ورنہ وہ دل کا بُرا نہیں۔"

وہ اُسے ہر دن نئے سرے سے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمت اور حوصلوں سے بھرپور لیکچر دیتیں۔ وہ بھی شاید زندگی میں پہلی بار اس قدر مستقل مزاجی سے ہر بات سہہ رہی تھی۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اُس کا عجلت میں اُٹھایا ہوا کوئی بھی قدم مجیب کو کچھ کہنے کا موقع دے یا بابا کے لیے باعثِ شرمندگی بنے۔ بابا اُسے بہت سمجھدار کہتے تھے۔

اُن کا خیال تھا کہ وہ ایڈجسٹ کرے گی لیکن اُن کو شرمندہ نہیں کرے گی، سو صرف بابا کی خاطر اب وہ یہ سب کچھ کر رہی تھی۔ اپنی انا کو اور اپنے آپ کو

مادکر۔

اُس شام نگی اور خرم بھائی آ گئے۔ بہت دنوں میں کسی اپنے کی شکل دیکھ کر وہ خوش ہو گئی۔

"بہت بے مروّت ہو گئی ہو۔ شادی کے بعد سے نہ آتی ہو اور نہ ہی کبھی فون کرتی ہو۔" نگی کا شکوہ بجا تھا۔ اب وہ انہیں کیا بتاتی کہ نہ آنے کی پابندی نجیب کی عائد کردہ ہے۔ جبکہ فون نہ کرنا یقیناً اُس کی کوتاہی تھی سو اپنی غلطی مان لی۔

"تمہارا دل نہیں چاہتا کبھی باہر نکلنے کو؟"

"نہیں اتنی فرصت نہیں ملتی اور پھر دل بھی نہیں چاہتا۔" وہ صاف گوئی سے کہہ گئی۔

"نجیب بھائی کب تک آئیں گے؟" خرم بھائی نے پوچھا۔

"نجیب؟" وہ گڑبڑا گئی۔

"پتا نہیں۔ میرا مطلب ہے کوئی ٹائم مقرر نہیں ہے۔ کام کم ہو تو جلدی آ جاتے ہیں۔ اگر زیادہ ہو تو پھر دیر بھی ہو جاتی ہے۔ اور اکثر ہی دیر ہو جاتی ہے کیونکہ بزنس اتنا پھیلا ہوا ہے۔ اسی لیے جب وہ تھکے ہوئے آتے ہیں تو مجھے کہیں جانے کے لیے کہنا اچھا نہیں لگتا۔" اُس نے لمبی چوڑی صفائی پیش کی۔

"ہوں۔" نگی نے اُس پر ایک گہری نظر ڈالی۔

"خیر چلو اٹھو آرٹس کونسل میں اقبال بانو کی محفلِ موسیقی ہے۔ ہم نے سوچا تھا تم دونوں کو بھی لے لیں گے لیکن اب تمہارے "وہ" تو نہیں ہیں چلو تم ہی چلو۔"

"کیا میں؟" اُس نے اپنی طرف اشارہ کیا۔

"لیکن میں کیسے چل سکتی ہوں۔ میرا مطلب ہے نجیب آئیں گے تو انہیں پرابلم ہوگی۔ پھر کھانا بھی وہ باہر نہیں کھاتے ہیں۔" اُس کے پاس بہت سے جواز تھے نہ جانے کے۔ لیکن نگی بُری طرح جل گئی۔

"یقیناً تم ایک سلیقہ شعار اور فرمانبردار بیوی ہو لیکن اے میری پیاری بہن! اب سے چھ ماہ پہلے بھی تمہارے نجیب صاحب کام کرتے ہی ہوں گے۔ یا اب سے پہلے وہ ہوا اور پانی پر گزارا کر رہے تھے اور پھر بی بی جو ہیں۔ چلو فوراً تیار ہو جاؤ کوئی بہانا نہیں سننا ہے مجھے۔ بی بی! کیا بڑھی روح سما گئی ہے اس میں ابھی تو یہ بمشکل اٹھارہ برس کی بھی نہیں ہے آپ اس کو تیار ہونے کا کہیں ورنہ یہ نہیں جانے کی۔" اُس نے بی بی کو مخاطب کیا جو اس دوران آ گئی تھیں۔

"چلی جاؤ بیٹا! ٹھیک ہی تو ہے تمہیں جانا چاہیے نجیب آئے گا تو میں بات کر لوں گی تم کیوں اس قدر پریشان ہوتی ہو۔" بی بی کے کہنے پر وہ بادلِ نخواستہ تیار ہونے کے لیے اُٹھ گئی۔

پروگرام شروع ہی ہوا تھا کہ خرم بھائی کو اپنے کوئی دوست نظر آ گئے۔ وہ اُن کی طرف گئے تو نگی نے اُسے اپنی ساتھ والی سیٹ پر بلایا۔ سیٹ بدلنے کو وہ اُٹھی ہی تھی کہ درمیان والی دو چھوڑ کر اپنے سامنے والی سیٹ پر بیٹھے شخص پر اُسے نجیب کا گمان ہوا۔ سیٹ سے کھڑے ہو کر اُس نے ذرا اُچک کر دیکھا۔ یقیناً وہ نجیب تھے۔ وہ چونک گئی۔ اُن کے وہاں ہونے پر نہیں بلکہ یہ دیکھ کر کہ ان کے ساتھ والی سیٹ پر رملہ تھی۔ اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے اُس کے جسم سے آہستہ آہستہ جان نکل رہی ہو۔

"کیا ہے ایسے کھڑے ہو کر کس کو دیکھ رہی ہو؟ اچھا ـــ نہیں لگ رہا ہے۔" نگی نے اُسے ہاتھ پکڑ کر جھٹکے سے بٹھایا۔

"تمہاری یہ عجیب و غریب عادتیں نہیں گئیں اب تک؟" وہ اُسے ڈانٹنے لگی۔ "کیا ہوا ہاتھ کیوں اتنے ٹھنڈے ہو رہے ہیں؟" اُس نے فوراً پوچھا۔

"نہیں کچھ نہیں۔" اُس نے اتنا آہستہ کہا کہ نگی نے بمشکل سنا۔

"تم ٹھیک تو ہو نا حیا؟" اب کے وہ گھبرا گئی۔

"ہاں مجھے کیا ہونا ہے۔" نجیب اور رملہ کے چہرے اُس کی نظروں میں گڈ مڈ ہو رہے تھے۔ کتنے خوش لگ رہے تھے وہ، ماتھے پر کوئی شکن نہیں تھی۔ اور وہ خود اُن کے چہرے پر مسکراہٹ کی ایک جھلک دیکھنے کو ترستی تھی۔ اور وہ رملہ کے

ساتھ کیسے ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے۔ بے اختیار اُس کا ہاتھ اپنے گلے میں پڑے لاکٹ پہ گیا۔

"تم بہت لکی ہو جو یہ لاکٹ تمہارے گلے میں ہے۔" رملہ کی آواز اُس کو اپنے بہت قریب محسوس ہوئی۔ (یہاں صرف یہ لاکٹ اور میرے پاس کیا ہے) اُس کی آنکھوں میں نمی اُترنے لگی۔

رات اُس نے کئی دفعہ سوچا کہ وہ اُن سے پوچھے اُن کے اور رملہ کے تعلق کے بارے میں، لیکن وہ اُس کے کمرے میں آتے ہی اتنے سرد مہر ہو جاتے تھے کہ اُس کی ساری ہمتیں دم توڑنے لگتی تھیں۔

"بی بی بتا رہی تھیں تم آج نگی کے ساتھ گئی تھیں۔" سوئے اتفاق اُس کے موڈ کی وجہ سے پروگرام اَدھورا چھوڑ کر نگی اُسے ساتھ گھر لے گئی تھی۔ اور جب اُس کی واپسی ہوئی تو تجیب آ چکے تھے۔

"جی ہاں آرٹس کونسل۔" اُس نے بات ختم کر کے اُن کی طرف غور سے دیکھا وہ چونک گئے۔ ایک تو وہ اس سگریٹ سے ہر دم خائف رہتی تھی۔ وہ بات بھی کرتے تو ہونٹوں میں سگریٹ دبا ہوتا۔ یہی ادا تو اک ستم تھی اکثر وہ حیرت کرتی تھی کہ وہ دونوں کام ایک ساتھ کیسے کر لیتے تھے۔

"کیا ضرورت تھی میری اجازت کے بغیر کہیں جانے کی؟" موڈ خراب ہو چلا تھا۔ اب وہ بات کرتے تو وہ اُن کے ماتھے کی شکنوں پر نظر رکھتی تھی کہ اُن میں کب تک اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

"میں نے بی بی سے اجازت لے لی تھی۔"

"بی بی میرا نعم البدل تو نہیں۔" ان کی انتہائی غصے میں کہی گئی بات پر اُسے باوجود ضبط کے ہنسی آ گئی۔ اور وہ بڑی طرح تپ گئے۔

"کیا بات ہے؟" وہ کتاب رکھ کر سیدھے ہو بیٹھے۔

"اِدھر آؤ۔" اُنہوں نے کہا تو اُن کے بگڑے موڈ اور لہجے کی تیزی محسوس کر کے اُس کے دل نے تیزی سے دھڑکنا شروع کر دیا۔ وہ اُن کی بات کا جواب دینے کے بجائے رُخ موڑ کر بالوں میں تیزی سے برش چلانے لگی۔

"رشک میں کچھ کہہ رہا ہوں۔" اُن کی نظریں اُس کے بالوں سے اُلجھتی ہوئی اُس کے چہرے پر جم گئیں۔

"جی۔" اُس کی پشت سے آواز نکلی تھی۔ بالوں کو تین چار بل دے کر پشت پر ڈالا اور اُن کی طرف پلٹی وہ۔ بیڈ سے کچھ فاصلے پر رُک گئی۔

"میں نے تمہیں اپنے پاس کھڑا ہونے کو نہیں کہا ہے یہاں بیٹھو۔" وہ ایک کونے پر ٹک گئی۔

"بہت ناپسند کرتی ہو مجھے؟ سخت مجبوری ہے میرے ساتھ رہنا ہے نا۔ تمہارا رویہ ایسا ہوتا ہے کہ باوجود چاہنے کے بھی میں تمہارے قریب نہیں ہو سکتا۔" اُنہوں نے کہا تو اُس کا چہرا گرم ہونے لگا۔

"آپ۔ آپ کے سارے اندازے غلط ہیں۔" وہ صرف یہ ہی کہہ سکی۔

"میرے اندازے کبھی غلط نہیں ہوتے۔ میں وہ سب کبھی نہیں بھلا سکتا اپنا نظر انداز کیے جانا اور تمہاری بے رُخی اور تم شاید یہ نہیں جانتیں کہ تم نے خود پر ہی ظلم کیا ہے، مجھے اس کا کوئی افسوس نہیں ہے۔" ایک لمحہ کو رُک کر دوسرا سگریٹ جلایا۔ وہ ہمیشہ ہی دل جلانے والی باتیں کرتے تھے۔ اول تو وہ صرف اُسے ضرورتاً ہی مخاطب کرتے تھے۔ اور اگر کبھی کوئی بات کرتے تو اس میں اُس کی تضحیک کا پہلو نمایاں ہوتا تھا۔

"آپ اگر مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتے تھے تو منع کیوں نہیں کر دیا تھا۔ آپ رملہ کو چاہتے تھے اور ہیں۔ اب بھی آپ کو اسی بات کا دکھ ہے میری ذات پر تو آپ یوں ہی الزام لگاتے ہیں۔ لیکن میں بھی بہت کچھ جان گئی ہوں۔" اُس نے پہلی مرتبہ ہمت کر کے کہا اُنہوں نے تیز نظروں سے اُسے دیکھا۔

"رملہ، رملہ کا یہاں کیا ذکر؟ اور تم سے کس نے کہہ دیا کہ میں اُس سے۔ اوہ گاڈ! اچھا تو اب سمجھا تم نے آج اُس کو میرے ساتھ دیکھا ہوگا۔ بہت خوب اسی لیے یہ روایتی بیویوں والا رویہ

اپنا یا جا رہا ہے۔" اُن کے اس طرح کہنے سے اُس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ اُسے دکھانا نہیں چاہتی تھی۔ لیکن اُس سے چھپا بھی نہیں سکی۔

"چلو میرے رویے کا تو تم نے اپنی طرف سے ایک جواز ڈھونڈ لیا۔ اب ذرا مجھے بھی اپنے گریز کی وجہ بتا دو۔ کون تھا وہ خوش نصیب جس کی وجہ سے میرے نصیب میں یہ تاریکیاں لکھی گئیں بولو، جواب دو؟" وہ اُس کے اتنے نزدیک آ کر کہہ رہے تھے کہ اُن کی سانسوں کی تپش سے اُس نے اپنا چہرا جلتا محسوس کیا۔

"خبردار جو میرے معاملات میں آئندہ بولنے کی کوشش کی۔ اور اگر اس بہانے کسی کے سوگ میں رونا چاہ رہی ہو تو جی بھر کے رو لو ابھی ——— اس وقت تو مجھے تمہاری یہاں موجودگی بھی زہر لگ رہی ہے لیکن تم فکر نہیں کرو، تم یہاں شوق فرما سکتی ہو۔ میں ہی یہاں سے چلا جاتا ہوں۔" انہوں نے بات کہاں سے کہاں پہنچا دی تھی۔ رملہ کا ذکر اُس نے نہ چاہتے ہوئے بھی کر دیا تھا۔ حالانکہ اپنی اہمیت سے بھی وہ خوب واقف تھی۔ لیکن اُس کے جواب میں اُن کی لن ترانیوں نے تو اُس کے ہوش اُڑا دیے تھے۔ اور پھر یہ کہ وہ جس طرح گئے تھے وہ مزید کسی طوفان کا پیش خیمہ تھا وہ تکیے میں منہ چھپا کر بُری طرح رو پڑی۔

اس واقعے کے بعد تو وہ جو کبھی کبھی اُسے مخاطب کر لیتے تھے۔ وہ بھی چھوڑ دیا۔ اپنی ہر ضرورت کے لیے وہ بی بی سے کہتے حالانکہ کام وہی کرتی تھی اکثر وہ جھنجلا جاتی۔

"بی بی جب وہ مجھے کوئی اہمیت ہی نہیں دیتے تو اُن کے کام بھی میں کیوں کروں میری کسی ضرورت کا انہیں احساس نہیں۔ میں کیوں ہر دم اُن کے آگے جھکتی رہوں۔"

"بیٹیا! عورت اگر جھکتی ہے تو جھکا بھی لیتی ہے۔ صبح کا بھولا شام کو گھر ضرور لوٹتا ہے۔ تم یہ کیوں بھول جاتی ہو۔" اُن کا جواب اُسے ہمیشہ آئندہ کے لیے حوصلے دیتا۔ وہ پھر خود کو سر آزمائش کے لیے تیار کر لیتی۔

---

اُس شام وہ اسٹڈی میں تھے اور جانے سے پہلے حسبِ معمول بی بی کو مخاطب کر کے کافی لانے کو کہا تھا۔ بی بی نے اُس سے کہہ دیا کہ وہ رات کے کھانے کی تیاری کر رہی تھی۔ بی بی کے کہنے پر کافی بنا کر لے گئی، بہت دنوں سے وہ سوچ رہی تھی کالج میں ایڈمیشن لے لے۔ گو کہ وہ کافی لیٹ ہو چکی تھی۔ لیکن عاصمہ بھی اُس پر زور دے رہی تھی کہ وہ اپنے بے کار وقت کا کچھ تو فائدہ اُٹھائے۔ پہلے وہ گھر کی مصروفیت اور نجیب کی وجہ سے ٹال گئی تھی۔ لیکن اب اُس کے رویے نے اُسے بالکل مایوس کر دیا تھا۔ اسی لیے اُس نے سوچا کہ وہ اُن سے یہ بات بھی کرے گی کیونکہ بہر حال اُن کی اجازت ضروری تھی۔ ہلکی سی دستک دے کر وہ اندر چلی آئی۔

"مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔" کافی کا مگ سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر وہ اُن سے مخاطب ہوئی۔ اُنہوں نے کتاب سے نظریں ہٹا کر اُسے ایک لمحے کو دیکھا۔

"وہ۔ وہ میں چاہ رہی تھی کالج جوائن کر لوں۔" وہ اُس کی طرف دیکھنے لگے۔ سیاہ پرنٹڈ سوٹ میں اُس کا سوگوار حسن اور بھی نکھر رہا تھا۔ لیکن وہ کتنی کمزور لگ رہی تھی۔ انہیں پہلی بار عجیب سے دکھ کا احساس ہوا (تم اچھا نہیں کر رہے نجیب احسن اس لڑکی کے ساتھ، قسمت نے جسے تمہاری بیوی بنا دیا ہے۔) اندر کی آواز سے وہ گھبرا گئے۔

وہ اب تک اُن کے جواب کی منتظر تھی۔ لیکن اُن کو اس طرح بے خود سا اپنی طرف دیکھتے پا کر گھبرا گئی۔ (پتا نہیں موڈ ٹھیک بھی ہے یا نہیں۔)

"اگر آپ نہیں چاہتے تو ٹھیک ہے، میں نہیں کروں گی۔" خود ہی نتیجہ اخذ کر کے اُس نے کہا۔

"ہوں۔ نہیں۔" وہ چونک گئے۔

"ضرور جوائن کر لو اگر تمہیں شوق ہے۔"

"تھینکس۔" وہ فوراً پلٹ گئی کہ کہیں وہ کچھ اور نہ کہہ دیں اُن کی نظریں پشت پر لہراتی ہوئی اُس کی چوٹی پر تھیں۔

بابا کے مختلف اوقات میں دیے گئے کیش



Digestlibrary.com

کی وجہ سے اُسے ایڈمیشن اور دوسرے اخراجات میں کوئی پرابلم نہیں ہوئی، نجیب نے تو اجازت دے کر پلٹ کر یہ بھی نہیں پوچھا کہ تمہیں ان تمام مراحل سے گزرنے کے لیے کچھ رقم کی بھی ضرورت ہوگی۔ بلکہ شادی کے بعد سے تقریباً ایک سال ہونے کو تھا۔ اُنہوں نے اُس سے کبھی بھی ضرورت کے لیے نہیں پوچھا تھا۔ اور نہ ہی اُنہیں احساس تھا اور مانگنے کی عادت اُسے نہیں تھی وہ اُن کی ذمہ داری تھی۔ اور انہیں خود احساس ہونا چاہیے تھا یہ اُس کا خیال تھا۔ جو یقیناً درست تھا۔

کالج میں ایڈمیشن لے کر کم از کم وہ کچھ مطمئن ہوگئی تھی۔ بابا بھی اُس کے اِس فیصلے سے خوش ہوئے تھے۔ اور اس طرح اُس کا آگے تعلیم حاصل کرنے کا شوق بھی پورا ہو رہا تھا۔ لیکن اُس کے معمولات ہنوز وہی تھے۔ صبح اُن کی بیڈ ٹی سے لے کر ہر کام کر کے وہ اُن کے جانے سے پہلے ہی نکل جاتی تھی۔ شروع میں اسما اُسے پک کر لیتی تھی۔ بعد میں اُس نے وین لگوالی تھی۔ نجیب نے ایک دن بھی یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ وہ کس طرح آتی جاتی ہے۔ وہ تو ایک دن اتفاق سے انہوں نے نگی کی اور اُس کی گفتگو ٹیلی فون پر سن لی تھی تو انہیں اپنی کوتاہی کا کچھ احساس ہوا تب انہیں اُس کے کالج ایڈمیشن اور دوسرے اخراجات کا معلوم ہوا اور یہ بھی کہ اُس نے بابا کے دیے جمع شدہ پیسوں سے اپنے سارے کام کیے۔ نگی نے جواب میں اُسے کافی کچھ سنایا تھا۔ اور اُن کا خیال تھا کہ وہ بھی یقیناً انہیں کچھ نہ کچھ کہے گی۔ لیکن وہ نگی کی باتوں کو بڑی خوبصورتی سے ٹال گئی تھی۔ اُس نے اُن کے لیے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔ وہ شرمندگی سی محسوس کر رہے تھے۔

اگلے دن وہ لائبریری میں تھی جب اسما نے اُسے نجیب کی آمد کا بتایا۔

"کیوں؟" وہ حیران تھی۔

"وہ آفس کی طرف گئے ہیں۔ ایمان سے جتنا تم کتنی لکی ہو، اتنے زبردست لگ رہے ہیں نجیب بھائی، میں نے خود کتنی لڑکیوں کو آہیں بھرتے دیکھا ہے ابھی ابھی۔" اسما کی مذاق میں کہی بات پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ اُس کے لبوں پر آگئی۔

"لیکن وہ کیوں آئے ہیں؟" اُسے سخت قسم کی فکر لاحق ہوگئی۔

"تم پوچھ لو نا، کیا پتا انہیں تم سے ہی کوئی کام ہو، تم جا کر پوچھو نا۔" اسما بضد تھی تو وہ اُٹھ کر باہر آگئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ جب آفس سے باہر آئے تو وہ اُن کے پاس پہنچ گئی۔

"آپ کیسے آئے ہیں؟" وہ اُس کے اچانک پوچھنے پر چونک گئے۔ اُنہوں نے غالباً اُسے نہیں دیکھا تھا۔

"وہ۔ وہ میں تمہارے ڈیوز وغیرہ کے لیے آیا تھا۔" سیاہ تاریک گلاسز نے بھرم رکھ لیا تھا۔ ورنہ وہ حقیقتاً اس وقت اُس سے نظریں نہیں ملا پا رہے تھے۔

"ڈیوز سب کلیر ہیں آپ اتنا تردد نہیں کریں۔" اُس کو پہلی بار اُن پر غصہ آیا تھا۔

"بس یہی کام تھا آپ گھر پر ہی پوچھ لیتے۔"

"تمہیں بھی کچھ بتانا چاہیے اگر میں بھول گیا تھا۔" اُنہوں نے غور سے اُس کی سمت دیکھا کالج یونیفارم میں وہ محض ایک طالبہ ہی لگ رہی تھی۔ انہیں قدرے افسوس ہوا۔ اتنی ذمہ داریوں کی وہ واقعی متحمل نہیں تھی۔ لیکن کس قدر خندہ پیشانی سے اُن کی تمام تر ذمہ داریوں کے ساتھ کج ادائیوں کو بھی برداشت کر رہی تھی۔ جبکہ وہ خود احساسِ جرم انہیں کچوکے لگانے لگا۔

"اچھا ٹھیک ہے میں چلتا ہوں۔" وہ وہیں کھڑی اُنہیں جاتا دیکھتی رہی پھر پلٹ کر لائبریری میں آگئی جہاں عاصمہ اُس کی منتظر تھی۔

شام کو اُس نے بی بی کو اُن کی کالج آمد کا بتایا تو وہ مسکرانے لگیں۔

"بی بی! اس میں خوش ہونے والی کون سی بات ہے؟" اُس نے سادگی سے کہا۔

"کیوں کیا تمہیں خوشی نہیں ہوئی۔ اُسے کم از کم اپنی ذمہ داری کا کچھ تو احساس ہوا۔"

"ہاں بی بی! لیکن وہ ہمیشہ دیر کر دیتے ہیں۔"

اُس نے تلخی سے کہا تھا۔

"نہیں، بیٹا دیر سے سہی، لیکن ہوا تو نا۔ تم دیکھنا آہستہ آہستہ وہ بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔ اور تمہیں یاد ہے نا اگلے ہفتے تمہاری شادی کو ایک سال ہو جائے گا۔" (اوہ تو اتنی جلدی ایک سال بھی گزر گیا۔ اس شخص کے ساتھ زندگی ناخوشگوار سہی لیکن کتنی تیزی سے گزر رہی ہے۔ اور وہ کس طرح اُس کے وجود کی عادی ہو چکی ہے۔)

"کیا سوچنے لگیں؟" بی بی کی آواز نے اُسے چونکا دیا۔

"کچھ نہیں بی بی وقت بہت جلدی گزر جاتا ہے۔"

"ہاں بیٹا لیکن تم مایوس نہیں ہوا کرو، ابھی تو زندگی پڑی ہے۔"

محض بی بی کے کہنے پر اُس نے ان کی طرف پہل کرنے کی ایک اور کوشش کی، حالانکہ اُس کا شادی کی سالگرہ منانے کا کوئی پروگرام نہیں تھا۔ بی بی کے کہنے پر اُس دن وہ کالج بھی نہیں گئی۔ بی بی نے صبح ہی اُس سے کہا تھا کہ وہ نجیب کو شام جلدی گھر آنے کا کہہ دے، اُنہوں نے خود بھی اُس سے کہا تھا لیکن جب یہی بات اُس نے کہی تو وہ حیران رہ گئے۔

"کیوں؟" یہ اُن کا سوال تھا اُسے افسوس ہوا یقیناً وہ دن اُن کے لیے اتنا اہم نہیں تھا کہ وہ یاد رکھتے۔

"کہیں جانا ہے تو بی بی کو لے جانا۔"

"آپ آ تو جائیے گا۔" اُس کی ہمتوں کے ساتھ لہجہ بھی پست ہو چلا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے کوشش کروں گا۔" وہ چلے گئے تو بی بی اُسے مختلف ہدایتیں دینے لگیں۔ بے دلی سے اُس نے سب کچھ سنا تھا۔

لیکن وہ ہمیشہ کی طرح شاید بھول گئے تھے۔ یا دانستہ نہیں آئے۔ گیارہ بجے اس نے تھک کر بی بی کو اُن کے کمرے میں بھیجا دیا کافی عرصے بعد آج اُس نے خود کو سنوارا تھا وہ بھی صرف بی بی کے کہنے پر، ہلکے کام کا گلابی سوٹ اور مہارت سے کیا گیا میک اپ بی بی نے تو فوراً اُس کی نظر اُتاری تھی۔ وہ ہنسنے لگی تھی۔

"بی بی! مجھے کسی کی نظر نہیں لگے گی۔" اُس کا دل دُکھ سے بھر گیا تھا۔ اپنی اَنا کو مار کر، جن کے لیے اتنا اہتمام کیا گیا تھا۔ وہ تو شاید یہ دن بھول ہی گئے تھے۔

رملہ نے آج اُنہیں ڈنر پر انوائیٹ کیا تھا۔ ایک وعدہ اُنہوں نے صبح رشک سے بھی کیا تھا۔ لیکن شاید وہ اُن کی نظر میں اتنا اہم نہیں تھا۔ جبکہ رملہ آج کل اُنہیں پر چھانے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔ اور اپنی دانست میں کامیاب بھی تھی وہ وقتاً فوقتاً انہیں یہ احساس بھی دلا دیتی تھی کہ رشک حنا سے شادی کر کے اُنہوں نے اُس کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ کیونکہ وہ اُن کے جوڑ کی نہیں ہے۔ اور اَب جبکہ وہ کبھی کبھی احساسِ جرم کے تحت رشک کی طرف مائل ہونے کی کوشش بھی کرتے تو رملہ کی کہی باتیں اُن کے ذہن میں جال سا بُننے لگتیں۔

"مجھے تو وہ تمہارے ساتھ خوش بھی نہیں لگتی۔ کیا پتا وہ کسی اور کو پسند کرتی ہو، ویسے بھی اُس عمر کی لڑکیاں رومانس کے زیادہ قریب ہوتی ہیں۔" اُس کی باتیں اُنہیں سچ لگنے لگتیں۔ ان دنوں وہ رملہ کے ذہن سے سوچتے تھے۔ اور اس وقت بھی وہ صبح کی کہی تمام باتیں بھول چکے تھے۔ پرل کانٹی نینٹل میں ڈنر کے بعد اُنہوں نے رملہ کو گھر ڈراپ کیا اور جب گھر واپسی ہوئی تو ساڑھے گیارہ بج چکے تھے۔ اندر آئے تو ٹی۔ وی لاؤنج میں روشنی دیکھ کر اِدھر ہی چلے آئے۔ ٹی وی کا ہلکا شور باہر آ رہا تھا۔

"یہ اَب تک کیا کر رہی ہے؟" اُنہوں نے رسٹ واچ پر نظر ڈالتے ہوئے اندر لاؤنج میں قدم رکھا۔ وہ اُن کا انتظار کرتے کرتے صوفے سے ٹیک لگائے کارپٹ پر سو گئی تھی۔ اور اُس سے پہلے شاید روتی رہی تھی۔ رخساروں پر کہیں کہیں آنسوؤں کے نشان تھے، بالوں کی لٹیں ماتھے پر بکھری تھیں۔ بی بی نے زبردستی اُس کے بالوں میں گجرے لگا دیے تھے۔ وہ ایک لمحے کو ششدر سے رہ گئے اُسے دیکھ کر کتنا پاکیزہ سا حسن تھا اُس کا جبکہ رملہ کتنی

مصنوعی لگتی تھی۔

"اوہ گاڈ۔" انہیں صبح اُس کا جلد گھر آنے کے لیے کہنا یاد آ گیا۔ لیکن یہ اب بھی یاد نہیں آیا کہ اس نے کیوں کہا تھا۔

"رشک۔" انہوں نے آہستہ سے اُس کے شانے کو چھوا پھر ماتھے پر بکھری بے ترتیب لٹوں کو سنوارا۔ (کتنا دل چاہتا تھا اُس کے ریشمی بالوں کو چھوتے کا احساس کرنے کا۔)

"رشک۔" انہوں نے دوبارہ پکارا تو چونک کر اُس نے آنکھیں کھولیں، انہیں اپنے اتنے نزدیک دیکھ کر وہ بوکھلا کر سیدھی ہو گئی۔ "آ۔ آپ کب آئے؟"

"ابھی۔" وہ بھی کچھ گھبرا گئے تھے۔

"تم۔ میرا مطلب ہے تم مجھے فون ہی کر دیتیں اگر کہیں ضروری جانا تھا۔" انہوں نے کہا تو دُکھ اور حیرت کی لہر اُس کے جسم میں دوڑ گئی۔ (بس یہی تمہاری وقعت اور اہمیت ہے رشک حنا بہتر یہی ہے کہ ساری خوش فہمیوں کو دل سے نکال دو)

"نہیں، مجھے کہیں نہیں جانا تھا۔" آہستہ سے کہہ کر وہ بالوں میں اٹکے گجرے نکالنے لگی۔

"پھر یہ۔ یہ سب۔" وہ نظریں چُرا گئے تھے۔

"یہ سب۔" وہ آہستہ سے ہنس دی۔

"ایسے ہی دل چاہ رہا تھا۔ آپ کھانا کھائیں گے۔" بات بدل دی۔

"نہیں میں نے کھا لیا ہے اور تم؟" انہوں نے سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھا۔ وہ کوئی جواب دیے بغیر باہر چلی گئی۔ واش روم میں منہ دھوتے ہوئے کتنے بہت سے آنسو پانی کے ساتھ بہتے رہے۔ اُس کا دل چاہ رہا تھا چیخ چیخ کر روئے یا پھر اپنی زندگی ختم ہونے کی دعا کرے۔ مایوسیوں کی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ نجیب کے دل میں اُس کے لیے ذرا سی بھی جگہ نہیں۔ اُس کی زندگی میں سوائے کانٹوں کے کچھ بھی تو نہیں تھا۔ کسی بھی لمحے کی خوبصورتی اُس کے دامن میں نہیں تھی۔ نجیب کے اجنبی رویے اُس کے لیے روح فرسا تھے جبکہ وہ خود پہلے دن سے اُن کو اپنا سب کچھ مانتی آ رہی تھی ہر نیا دن اُس کے لیے نئی اُمید لے کر طلوع ہوتا اور مایوسیوں کے اندھیرے میں ڈوب جاتا تھا۔ لیکن وہ ہمت نہیں ہارتی تھی۔ لیکن آج تو اُس کے سارے حوصلے ساری ہمتیں جواب دے گئی تھیں۔ پتا نہیں کتنی دیر تک وہ یونہی آنسو بہاتی رہی آنکھیں مسلسل روتے رہنے سے سُرخ ہو گئی تھیں۔ جب اندر آئی تو وہ سو چکے تھے۔ اُس نے ایک لمحے رُک کر اُن کے چہرے کو دیکھا۔ اُن کے اس خوبصورت مغرور چہرے نے اُس کے اندر کتنے گھاؤ ڈال دیے تھے۔ ایک ٹھنڈی سانس لے کر اس نے تکیہ اُٹھا کر کارپٹ پر رکھا اور لیٹ کر سونے کی کوشش کرنے لگی۔

اگلے دن جمعہ تھا اور صبح ہی لاہور سے نفیسہ آپا کا فون آ گیا۔

"میں نے کل بہت ٹرائی کیا لیکن لائن ہی نہیں مل رہی تھی۔ سوچا تمہیں شادی کی سالگرہ کی مبارکباد دے دوں۔ حنا کہاں ہے اور تم سے تو اتنا بھی نہیں ہوا کہ اُس بے چاری کو لے کر ہی آ جاتے۔ حالانکہ میں نے کتنا اصرار کیا تھا میرے خیال میں تو تم اب تک کہیں گئے ہی نہیں ہو، ہے نا؟" آپی کے کہے الفاظ اُن کی سماعتوں پر کسی بم کی طرح گرے۔ اُس کا رات کا پھولوں اور خوشبوؤں میں بسا سراپا سامنے آ گیا۔ ایکدم ہی بہت سے پچھتاووں نے انہیں گھیر لیا۔

"کیا بات ہے تم جواب کیوں نہیں دے رہے؟" دوسری طرف سے آتی اُن کی آواز نے انہیں چونکا دیا۔

"نہیں آپی ٹائم ہی نہیں مل رہا، اب بنائیں گے کوئی پروگرام۔"

"ہاں اور حنا کیسی ہے؟"

"وہ بھی ٹھیک ہیں۔" اُس کے ذکر پر وہ پھر گڑبڑا گئے۔

"تم لوگوں کا کب تک ایسے رہنے کا پروگرام ہے۔ میں تو کسی اچھی خبر کی ہی منتظر رہی۔" انہوں نے کہا تو اَب کے وہ بے حد گھبرا گئے۔

"ایسی بھی کیا جلدی ہے آپی۔"

"ارے واہ جلدی کی کیا بات ہے اچھا حنا کو

بلاؤ"۔

"پلیز آپی آپ رشک کو کچھ مت کہیے گا۔ کچھ اچھا نہیں لگتا۔" وہ اس ذکر سے دانستہ بچنا چاہ رہے تھے۔

"کیوں نہیں کیوں، اُس سے بھی پوچھوں گی۔" وہ بضد تھیں۔

"افوہ۔" وہ جھنجلا گئے۔ انہوں نے اُسے آواز دے کر فون اُسے تھما دیا۔ اور اُس کی طرف غور سے دیکھنے لگے۔

"نہیں آپی بس کسی کو بھی نہیں بلایا تھا نہیں کوئی سیلبریشن نہیں۔" وہ یکطرفہ گفتگو سن رہے تھے، پھر اچانک اُنہوں نے محسوس کیا اُس کا چہرا ایک لمحے کو سرخ پڑا تھا۔

"جی آپی مجھے نہیں معلوم جی!" اُس کے چہرے پر پتا نہیں کیا تھا کہ وہ اُسے دیکھتے رہ گئے۔

"ہاں آپی میں نے کالج میں ایڈمیشن لے لیا ہے۔ جی بہت بور ہوتی تھی جی ضرور، اگر نجیب نے کوئی پروگرام بنایا تو ضرور آؤں گی۔ جی بابا بھی ٹھیک ہیں۔ آپ کب آئیں گی۔ ہاں یہ تو ہے بس ٹائم نہیں ملتا۔ بی بی کچن میں ہیں بلاؤں؟ اچھا ٹھیک ہے۔ جی بہتر خدا حافظ۔" وہ ریسیور کریڈل پر رکھ کر اُن کی طرف ایک بھی نظر ڈالے بغیر چلی گئی۔ جبکہ اس وقت اُن کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ یا تو اُن سے کوئی بات کرے یا پھر یہیں کسی کام میں مصروف ہو جائے۔ درحقیقت اس وقت وہ اُس کو اپنی نظروں کے سامنے دیکھنا چاہ رہے تھے۔

شام کو نگی اور حزم بھائی آ گئے۔ اس وقت اتفاق سے نجیب گھر پر ہی تھے بلکہ آج پورے دن وہ خلاف توقع کہیں گئے ہی نہیں۔ اُس کے لیے مقامِ حیرت تھا۔

"جلدی بتاؤ نجیب بھائی نے کیا گفٹ دیا۔" وہ اُس سے آہستہ سے پوچھ رہی تھی۔

"گفٹ تو مجھے روز ہی اتنے اچھے اچھے ملتے ہیں تمہیں کون کون سے دکھاؤں۔" اُس نے ذرا بلند آواز میں کہا وہ پہلو بدل کر رہ گئے۔ البتہ اُس کے جواب نے نگی کو حیران کر دیا تھا۔

"ہم نے کل بھی آنے کا سوچا تھا لیکن حزم کہنے لگے کہ یہ سب کچھ بہت پرسنل ہے۔ اس لیے ڈسٹرب نہیں کرنا چاہیے۔ میں نے بھی سوچا بات تو ٹھیک ہے۔ کیوں نجیب بھائی ٹھیک ہے نا!" اُس نے ایکدم انہیں مخاطب کیا۔

"ہوں۔ ہاں ٹھیک ہے۔" وہ شاید کچھ گڑبڑا گئے تھے۔ بی بی کی آمد پر دوسری باتیں شروع ہو گئی تھیں۔

---

اُس کے ایگزام نزدیک تھے۔ اُس روز وہ لاؤنج میں اسٹڈی کر رہی تھی کہ فون کی بیل نے چونکا دیا۔ دوسری طرف رملہ تھی ناگواری کی ایک لہر اُس کے جسم میں دوڑ گئی۔

"تم رشکِ حنا بول رہی ہو نا؟" وہ اُسے پہچان چکی تھی۔

"جی ہاں۔" اُس نے بددلی سے کہا۔

"مجھے واقعی تم پر رشک آتا ہے۔" اُس نے کہا پھر ہنسنے لگی۔

"نجیب شاید اس وقت گھر پر نہیں ہیں۔" اُس نے کہا تو وہ قدرے حیرت سے کہنے لگی۔

"ارے تم تو اس کی بیوی ہو اور تمہیں اتنا بھی نہیں معلوم کہ وہ گھر میں موجود ہے یا نہیں۔"

"میں ہر وقت اُن کی کھوج میں نہیں رہتی ہوں۔ آپ ہولڈ کریں میں دیکھتی ہوں۔" فون رکھ کر اُس نے بی بی کو آواز دے کر کہا کہ نجیب کو بتا دے۔ شادی کی سالگرہ والے دن کے بعد سے وہ کوشش کرتی تھی کہ انہیں کم سے کم مخاطب کرے جب اُن کو اُس کی ذرا سی پروا نہیں تو وہ کیوں خواہ مخواہ اُن کے لیے خوار ہوتی پھرے۔ تھوڑی دیر بعد وہ اندر تھے۔

"کس کا فون ہے؟" اُنہوں نے اُسے مخاطب کیا۔ وہ کوئی جواب دیے بغیر کتاب پر نظریں جمائے بیٹھی رہی۔ ایک لمحے اُس کی طرف دیکھ کر اُنہوں نے ریسیور اُٹھا لیا۔

"اوہو اچھا تو آپ ہیں!" اُس نے محسوس کیا اُن کی آواز کی سنجیدگی ایک دم رخصت ہو گئی تھی۔

"ہاں بس اس وقت گھر پہ ہی تھا۔ ہاں اسٹڈی میں۔ کیوں۔ اچھا، نہیں آج کچھ موڈ نہیں ہو رہا تھا۔ ارے کہاں بھئی اچھا ٹھیک ہے تم ناراض کیوں ہوتی ہو، میں آجاتا ہوں۔ او ہو۔" وہ ہنسنے لگے تھے۔

"نہیں بس زیادہ دیر نہیں، ہاں تقریباً بیس منٹ تو لگیں گے اچھا او کے۔"

وہ باہر گئے تو اُس کا دل ایکدم اُچاٹ ہو گیا۔ نوٹ بک پر آڑی ترچھی لائنیں کھینچتی رہی۔ اور یہ محسوس بھی نہیں کیا کہ بے دھیانی میں اپنے نام کے ساتھ نجیب کا نام کتنی جگہ لکھ دیا۔ دل میں جیسے اُداسی تہہ در تہہ اُترتی چلی جا رہی تھی۔ وہ اُٹھ کر بی بی کے پاس کچن میں آگئی۔

"پھر چلا گیا؟" بی بی نے اُسے دیکھ کر پوچھا۔

"جی۔۔"

"بیٹا! تم کچھ کہتی بھی تو نہیں ہو اُسے۔"

"بی بی کچھ کہنے کا حق میرے پاس ہے ہی کہاں اور کیا کہوں اُنہیں خود ہی کوئی احساس نہیں ہے۔"

"لیکن ایسے کب تک چلے گا۔ شادی کو تمہاری دوسرا سال ہے زندگی ایسے تو نہیں گزرتی ہے آج میں خود اُس سے بات کرتی ہوں۔" بی بی کو آج غصہ آ رہا تھا۔

"نہیں بی بی آپ اُنہیں کچھ نہیں کہیں گی، وہ سمجھیں گے کہ میں نے آپ سے کہا ہے۔"

"تو پھر بیٹا! تم ہی بتاؤ۔" وہ تو کچھ سمجھتا ہی نہیں ہے۔"

"بی بی! آپ ہی تو کہتی تھیں خدمت اور محبت بہت بڑا ہتھیار ہیں۔ اب آپ خود ہی اُس کی نفی کر رہی ہیں۔ یہ ٹھیک ہے بی بی کہ میں تھک چکی ہوں۔ لیکن صرف بابا کی خاطر اُن کے اُس مان کی خاطر جو اُنہیں مجھ پر ہے، میں پیچھے نہیں ہٹوں گی، بابا کو مایوس نہیں کر سکتی۔" اُس کا گلا رُندھنے لگا تھا۔

"بی بی! یہ رملہ سے کب سے دوستی ہے نجیب کی۔؟"

"ارے بیٹا! دوستی تو بہت پرانی ہے۔ اور اُس کی تو شادی بھی ہوگئی تھی۔ لیکن میاں سے نہیں بنی تو طلاق لے لی اور اب پھر نجیب کے پیچھے پڑ گئی ہے۔ نجیب کو ہی عقل نہیں ہے، جو اتنی موہنی سی بیوی کو چھوڑ کر اُس آوارہ کے پیچھے خوار ہے۔"

"کیا پتا بی بی! وہ رملہ کو بہت پسند کرتے ہوں، اُس سے ہی شادی کرنا چاہتے ہوں۔"

"نہیں بیٹا شادی وہ اُس سے کبھی نہیں کرتا، اور نہ کرے گا۔ تم بے فکر رہو۔ ایسی عورتیں گھر بسانے کے لیے نہیں ہوتی ہیں اور تم کیا جانو دل میں تمہاری جتنی قدر ہوگی وہ اُس کی کبھی نہیں ہو سکتی۔" (ہاں بی بی اپنی قدر تو مجھے خوب معلوم ہے۔) اُس نے دُکھ سے سوچا تھا۔

---

بابا کی طبیعت خراب تھی خالہ نے فون کیا تو اُسے معلوم ہوا بی بی کو بتا کر وہ کالج سے سیدھی اپنے گھر چلی گئی تھی۔ بابا اُس کو کافی عرصے بعد دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

"بابا! آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟" وہ اُن سے خاصی ناراض تھی۔

"نہیں بیٹا میں اتنا بیمار نہیں ہوں کہ تمہیں تنگ کرتا، اور پھر تمہاری اپنی بہت سی ذمہ داریاں ہیں۔"

"واہ بابا یہ کیا بات ہوئی میں آپ کی بیٹی ہوں۔ لیکن آپ تو مجھے اب بالکل غیر سمجھتے ہیں۔"

"نہیں بیٹا! یہ بات نہیں تمہیں بار، بار یوں پریشان نہیں کرتا کہ تم اپنے گھر میں دل لگاؤ تم خوش تو ہو نا حنا! میرا فیصلہ غلط تو نہیں تھا نا۔" بابا کتنی پُر اُمید نظروں سے اُسے دیکھ رہے تھے۔ اُس نے آنکھوں میں آئی نمی کو بمشکل پیچھے دھکیلا۔ (آپ کے فیصلے نے تو میرے دل کا خون کر دیا ہے۔)

"نہیں بابا میں تو بہت خوش بہت مطمئن ہوں آپ کا فیصلہ کیسے غلط ہو سکتا ہے۔" اُس نے اُن کا ہاتھ تھام لیا۔

"نجیب تو ٹھیک ہیں نا تمہارے ساتھ، ذرا سخت مزاج ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے دل کا بُرا



Digestlibrary.com

نہیں ہوگا۔"

"نہیں بابا! وہ تو سخت مزاج بھی نہیں ہیں، بس لگتے ہیں۔ آپ کوئی فکر نہیں کریں بابا میں بہت خوش ہوں۔" اُس نے محسوس کیا اُس کے اِس طرح کہہ دینے سے اُن کے چہرے پر کس قدر اطمینان اُتر آیا تھا۔

شام کو خلافِ توقع اُنہیں دیکھ کر وہ حیران رہ گئی۔ بابا کے سامنے اُن کے رویے کو دیکھ کر کوئی محسوس بھی نہیں کر سکتا تھا کہ گھر میں وہ اُس سے کس قسم کا سلوک روا رکھتے ہیں۔

"بابا اگر آپ کی اجازت ہو تو میں رشک کو ساتھ لے جاؤں؟" کتنے مودب ہو رہے تھے۔ کاش وہ ہمیشہ ایسے ہی نظر آتے جیسے اس وقت نظر آ رہے تھے۔ کتنی حسرت سے اُس نے سوچا۔

"ہاں بیٹا ضرور لے جاؤ میں تو اب ٹھیک ہوں۔"

"نہیں بابا! میں آپ کے پاس رہوں گی، جب تک مجھے خود یہ اطمینان نہیں ہو جائے کہ آپ اب بالکل ٹھیک ہیں۔" اُس نے کہا تو ایک لمحے کو اُن کے چہرے پر غصّے کے آثار نمودار ہوئے، لیکن اُس نے بھی سوچ لیا تھا کہ وہ اُن کے کسی بھی متوقع سلوک کی پروا نہیں کرے گی۔

"نہیں حنا میں نے کہا ناں میں اب ٹھیک ہوں پھر نگی بھی آجاتی ہے تم جاؤ۔ بیٹا میری بات مانو گی تو مجھے زیادہ خوشی ہوگی۔" وہ شاید نجیب کی عادات سے واقف تھے۔ وہ جز بز ہو کر رہ گئی۔

"ٹھیک ہے بابا جیسے آپ کی مرضی۔" وہ جانے کے لیے کھڑی ہو گئی۔ اور وہ تو جیسے اسی بات کے منتظر تھے۔

راستے میں اُس نے محسوس کیا کہ وہ گاڑی دوسرے راستے پر ڈال چکے ہیں۔

"آپ اگر کہیں اور جا رہے ہیں تو پہلے پلیز مجھے گھر ڈراپ کر دیں۔" خراب موڈ سے اُس نے کہا۔

"گھر ہی چلیں گے، پہلے تمہیں تھوڑی شاپنگ کرا دوں تم خود تو کبھی کچھ کہتی نہیں ہو، اور شاید یہ میری نااہلی تھی کہ مجھے بھی کبھی یہ احساس نہیں ہوا کہ تمہاری ہر ضرورت پوری کرنا اب بہرحال میری ذمہ داری ہے۔" (گویا احسان ہے) سگریٹ حسبِ معمول ہونٹوں کے درمیان دبا تھا۔ اور نظریں ـــــ سامنے سڑک پر تھیں۔ وہ بُری طرح تپ گئی۔

"بہت شکریہ، میرا خیال ہے کہ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں آپ تکلیف نہیں کریں۔"

"نہیں، مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔" بدستور اُسی طرح جواب ملا تھا۔ کلون اور سگریٹ کی مہک اُس کے اندر اُترنے لگی۔

"آپ یہ سگریٹ منہ سے نکال کر بات نہیں کر سکتے۔" کب کی سوچی بات زبان پر آ ہی گئی۔

"کیوں تمہیں کوئی اعتراض ہے؟" اُنہوں نے چہرا موڑ کر اُس پر ایک گہری نظر ڈالی۔

"میں بھلا کون ہوتی ہوں اعتراض کرنے والی، ویسے بھی جتنی اسموکنگ آپ کرتے ہیں، صحت کے لیے یہ کوئی اچھی چیز نہیں ہے، بہت سی خطرناک قسم کی بیماریاں ہو جاتی ہیں۔"

"اچھا مثلاً کون کون سی؟" اُن کے چہرے پر اچانک نمودار ہونے والی مسکراہٹ وہ نہیں دیکھ سکتی تھی۔ کون سی بتاؤں جو یہ ڈر جائیں، ایک لمحے کو سوچ کر اُس نے ایکدم کہا۔

"کینسر" اپنی دانست میں اُس نے اُنہیں ڈرایا تھا۔ لیکن جو کچھ اُنہوں نے جواب میں کہا اُس نے اُس کے اپنے ہوش اُڑا دیے۔

"اس کی تو شروعات بھی ہو چکیں۔" یہ اُن کا جواب تھا۔

"کیا؟" اُس کی چیخ سی نکلی تھی۔

"آہستہ بولو۔" اُنہوں نے تیزی سے کہا وہ ہراساں سی اُنہیں دیکھ رہی تھی۔

"آ۔ آپ نے ابھی کیا کہا تھا؟" تیزی سے دھڑکتے دل کے ساتھ اُس نے بمشکل کہا۔

"ٹھیک ہی کہا ہے، ویسے تمہاری تو زندگی آزاد ہو جائے گی۔ اگر میں مر جاؤں تو۔" وہ دلچسپی سے اُس کے چہرے کے بدلتے رنگ دیکھ رہے

تھے۔ لیکن اُس نے اُن کی بات سُنی ہی نہیں۔

"دیکھا اسی لیے۔ اسی لیے میں کہہ رہی تھی اتنی سگریٹ نوشی ٹھیک نہیں لیکن آپ۔ آپ" اُس کا گلا رندھنے لگا۔ انہوں نے حیرت سے اُس کی طرف دیکھا تھا۔ زرد چہرے اور آنکھوں میں اُترتی نمی کے ساتھ وہ خود پر ضبط کیے بے چینی سے ہاتھ مسل رہی تھی۔ ایک آسودہ مسکراہٹ چہرے پر آئی تو رُخ موڑ کر باہر دیکھنے لگے۔

اُس کی سرگرمیاں آجکل کچھ مشکوک سی تھیں کبھی نگی اور کبھی عاصمہ کے ساتھ وہ تقریباً روز ہی شام میں کہیں جاتی۔ وہ حیران تھے بی بی سے پوچھا تو انہوں نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا۔ جبکہ وہ خود اُس سے کم ہی مخاطب ہوتے تھے۔ اور وہ خود بھی اُن سے زیادہ بات نہیں کرتی تھی۔ لیکن آج کل وہ اُن کے کھانے پینے کا خیال اتنی خصوصیت سے رکھ رہی تھی کہ کبھی کبھی وہ حیران رہ جاتے۔ خاموشی سے اُن کا ہر کام کرتی، اُداس چہرے کے ساتھ وہ انہیں اُس پر کی گئی ہر زیادتی کا احساس دلاتی۔ لیکن باوجود ان تمام حالات کے پتا نہیں کیوں وہ اب تک اُس کے پہلے دن والے سلوک کو معاف نہیں کر پائے تھے۔ اور یوں بھی دوسری طرف رملہ تھی جو انہیں اپنی طرف مائل کرنے کی پوری کوشش میں مصروف تھی۔ رشک کا سلوک اور رملہ کے اس قدر التفات سے کبھی کبھی وہ اُلجھ کر رہ جاتے

اُس شام انہوں نے اُسے ڈاکٹر رحمان کے کلینک سے نکلتے دیکھا نگی ساتھ تھی۔ انہیں گمان ہوا کہ وہ شاید بیمار ہے۔ لیکن دو، ایک مرتبہ ایسا اتفاق پھر ہوا تو وہ کچھ پریشان سے ہو گئے۔

"بی بی، رشک کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟"

"ہاں کیوں اُسے کیا ہوا؟" انہوں نے حیرت سے انہیں دیکھا۔

"نہیں کچھ نہیں، یوں ہی پوچھ لیا تھا" وہ بی بی کو کچھ بتانا نہیں چاہ رہے تھے۔ ڈاکٹر رحمان پیا کے دوستوں میں سے تھے۔ اگلے دن وہ اُن کے کلینک پہنچ گئے۔ اور اُن کے معلوم کرنے پر جو کچھ انہیں بتایا گیا وہ اُن کے ہوش اُڑا دینے کو کافی تھا۔

"اوہ گاڈ" اُس کی حماقت پر انہیں غصہ آ گیا۔

رات وہ کمرے میں آئی تو گولڈ لیف کی مہک رچی تھی۔

"میرے خدا۔ میں انہیں کیونکر روک سکتی ہوں" اُس نے بے بسی سے سوچا۔

"رشک یہاں آؤ" اُس نے دیکھا اُن کے تیور خطرناک تھے۔

"جی" وہ کچھ سہم کر اُن کے قریب جا کھڑی ہوئی۔

"یہاں بیٹھو اور بے فکر رہو تمہاری اجازت کے بغیر تمہیں چھونے تک کا گناہ گار نہیں ہو سکتا آرام سے بیٹھو، تم سے ضروری بات کرنی ہے"

"پتا نہیں کیا کہیں گے" دھڑ دھڑ کرتے دل کے ساتھ اُس نے سوچا۔

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا" انہوں نے اچانک کہا تو وہ حیران نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔

"مجھے کیا ہوا میں تو بالکل ٹھیک ہوں"

"ہاں لگتا تو مجھے بھی یہی ہے۔ لیکن میں نے اکثر تمہیں ڈاکٹر رحمان کے کلینک سے نکلتے دیکھا ہے، کیا بات ہے کوئی پرابلم ہے؟" انہوں نے کہا تو اُس کا رنگ فق ہو گیا۔

"نن، نہیں تو"

"پھر تم وہاں کس لیے جاتی رہیں؟" اُن کا لہجہ سخت ہوا تو اُس کی آنکھوں میں نمی اُتر آئی۔

"وہ۔ وہ آپ اُس روز کہہ رہے تھے نا کہ۔۔"

"ہاں بولو کیا۔ کیا کہا تھا میں نے" وہ اُس کی طرف جھکے۔

"آپ نے ہی تو کہا تھا کہ" وہ رو پڑی۔

"اُفوہ اس میں رونے والی کون سی بات ہے" اُن کے کہنے پر بھیگی آنکھوں سے انہیں دیکھا۔

"آپ مجھ سے کتنی بھی نفرت کریں۔ لیکن میں اتنی سنگدل نہیں ہوں کہ آپ اتنے بیمار ہوں اور میں آرام سے گھر بیٹھی رہوں، کچھ نہیں کروں، میں نے ڈاکٹر رحمان سے بات کی ہے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ اگر شروعات ہے تو علاج ہو سکتا ہے۔" آنسوؤں کے درمیان اُس نے بمشکل بات مکمل کی۔ وہ کچھ دیر اُسے غور سے دیکھتے رہے پھر بے ساختہ ہنس دیے۔

"اچھا تو یہ بات ہے، ویسے ڈاکٹر رحمان سے میں نے بھی بات کرلی ہے۔ تمہارے دماغ کے علاج کے لیے۔"

"جی..!" وہ حیران رہ گئی۔

"بے وقوف ہو تم بالکل، مجھے کچھ نہیں ہوا۔ وہ جو میں نے تم سے کہا تھا اُسے سمجھنے کے لیے تم نے اپنے ذہن پر زور ہی نہیں ڈالا۔ خیر وہ الگ بات ہے میں مکمل طور پر ٹھیک ہوں آل رائیٹ اور تمہیں اب وہاں جانے کی ضرورت نہیں۔"

"لیکن آپ تو کہہ رہے تھے۔" وہ اب تک حیران تھی۔

"ہاں وہ بھی کچھ ایسا غلط نہیں لیکن تمہیں سمجھانا مشکل ہے، اور ویسے بھی۔" بات نامکمل چھوڑ کر وہ سیدھے ہو گئے۔ لمحہ بھر پہلے کا خوشگوار موڈ ایکدم ناخوشگواری میں بدل گیا۔ پل میں رنگ بدلتے اس شخص کو اُس نے حیرت سے دیکھا۔

"اچھا تو تم یہ سب ہمدردی میں کر رہی تھیں۔ اس لیے کہ تم میری طرح سنگدل نہیں ہو۔ محض ہمدردی میں اتنا تردد کیا جارہا تھا۔ اچھا یہ تو بتاؤ میرے علاوہ تمہاری شادی کسی اور سے ہوتی تو تم خوش رہتیں۔ میں نے سنا تھا اور بھی پرپوزل تھے تمہارے لیے۔" دوسرا سگریٹ سلگا کر انہوں نے کہا۔

"آپ یہ سب کیوں پوچھ رہے ہیں۔" وہ اپنی ناسمجھ میں آنے والی باتوں سے اُسے ہمیشہ حیران کر دیتے تھے۔ اس وقت بھی اُن کی باتیں اُس کی سمجھ سے بالاتر تھیں۔

"کیوں تم بتانا نہیں چاہ رہیں یا کچھ چھپا رہی ہو مجھ سے۔" دملہ کا پیدا کردہ شک سر اُبھارنے لگا۔

"تمہاری بڑی آپا کے دیور خالد اور تمہاری پھپھو کے بیٹے توقیر نے بھی تو تمہیں پروپوز کیا تھا۔ یقیناً تم جتنی دلکش ہو تمہارے اور بھی اُمیدوار ہوں گے، تمہارا انتخاب اُن میں سے کون تھا؟" اُن کی کھوجتی نظریں اُس کے وجود کے آر پار ہو رہی تھیں۔

"میرا انتخاب!" ایک گہری سانس اُس نے لی تھی۔

"میرا انتخاب تو وہی تھا اور ہے جسے بابا نے منتخب کیا اور بابا نے یقیناً صحیح فیصلہ کیا ہوگا۔" اُس کے جواب نے انہیں زچ کر دیا۔

"خاصی ذہین ہو کس طرح اپنا دفاع کیا ہے تم نے۔"

ابنِ انشاء کے سفرناموں کے سلسلے کا نیا سفرنامہ

نگری نگری پھرا مسافر

ابنِ انشا کے سفرناموں کے سلسلے کا آخری سفرنامہ ہے جو جولائی ۱۹۸۹ء میں پہلی بار چھپ کر تیار ہوا ہے اس سفرنامہ میں جاپان، روس اور لندن کے سفر کا احوال درج ہے۔

یہ کتاب خوبصورت گیٹ اپ کے ساتھ شائع ہو گئی ہے اور مشہور کارٹونسٹ مجی نے کارٹون بنائے ہیں

قیمت ۵۰ روپے

اس پتے پر خط لکھیں یا قریبی بک سٹال سے خریدیں

لاہور اکیڈمی ۲۰۵ سرکلر روڈ، لاہور

مکتبہ عمران ڈائجسٹ، ۳۷، اردو بازار کراچی

Digestlibrary.com

"تو آپ کیا چاہتے ہیں، میں یونہی کسی کا نام لے لوں، خدا گواہ ہے میں نے آج تک کسی کے لیے اس طرح نہیں سوچا بلکہ میں تو شادی سے ایک ہفتے پہلے تک یہ نہیں جانتی تھی کہ میرا مستقبل آپ سے وابستہ ہو رہا ہے۔ بابا کو مجھ پر بڑا مان ہے، اور میں کسی بھی صورت انہیں مایوس نہیں کر سکتی تھی۔" ان کی باتوں نے اسے پریشان کر دیا تھا۔

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر بابا کی بات نہیں ہوتی تو تمہارا رویہ کچھ اور ہوتا۔ یقیناً" تمہارا یہ پہلی رات والا سلوک اس کی گواہی ہے۔ لیکن بعد میں شاید تمہیں اپنے بابا کا خیال آ گیا اسی لیے مجبور ہو میرے ساتھ رہنے پر لیکن میں اپنی توہین کو اب تک نہیں بھولا ہوں۔" غیض و غضب سے ڈھاتا لہجہ اسے لرزا گیا۔

"آ۔ آپ آخر کیا چاہتے ہیں۔" ڈرتے ڈرتے اس نے پوچھا۔

"ہاں۔ میں کیا چاہتا ہوں، یہ سمجھنے کی تو تم نے کبھی کوشش ہی نہیں کی، بہرحال تم میرے سامنے کم ہی آیا کرو، تمہیں دیکھتا ہوں تو اپنی توہین یاد آ جاتی ہے۔" انہوں نے سگریٹ کو ایش ٹرے میں اس طرح مسلا جیسے سگریٹ نہیں اس کا وجود ہو۔

"لائٹ آف کر دو، اور مجھے سونے دو۔" کروٹ بدل کر انہوں نے کہا۔

لائٹ آف کر کے وہ لاؤنج میں آ گئی۔ پل پل روپ بدلتے اس شخص کے ساتھ زندگی گزارنا کتنا کٹھن ہوتا جا رہا تھا۔ بی بی کہتی تھیں تغیر فطرت کا عمل ہے جس طرح رات کے بعد دن ہوتا ہے۔ خزاں کے بعد بہار آتی ہے۔ اس طرح اس کی زندگی میں بھی کوئی آنے والی کل ایسی ہو گی، جس کا سورج اپنی پناہ میں بہاروں کی صبح لے کر طلوع ہو گا لیکن ایسا کب ہو گا جانے وہ کون سی خزاں ہو گی، جس کے بعد بہار اس کا مقدر ہو گی۔

---

دن تیزی سے گزر رہے تھے۔ نجیب کی طرف سے مایوس ہو کر اس نے امید کا ہر دروازہ بند کر دیا تھا۔ فائنل ایگزام کے بعد بالکل فراغت تھی سارا دن وہ گھر کے کاموں میں اور کچن میں خود کو مصروف رکھتی اپنے کمرے میں جانا ایک عرصہ ہوا اس نے بالکل چھوڑ دیا تھا۔ کیا ضرورت تھی جب اس کا وجود ان کو گوارا نہیں تو بار بار اپنی شکل کیوں دکھائی جائے۔ نجیب گھر پر ہوتے تو وہ کوشش کرتی کہ کم سے کم ان کا سامنا ہو، بی بی گو اب بھی اسے حوصلہ دیتیں۔ لیکن اب اس نے ان سب باتوں کو پس پشت ڈال دیا تھا۔ ان کا رویہ اسے بہت کچھ سمجھا رہا تھا پھر وہ کیوں جھوٹی آس کا دامن پکڑتی۔ خود پر توجہ دینا بھی چھوڑ دی تھی۔ جب کوئی سراہنے والا ہی نہ ہو تو کیا فائدہ ان سب باتوں کا — اب کبھی ان کا سامنا اس سے ہوتا تو وہ حیران رہ جاتے۔ کتنی خاموش اور کتنی چپ چپ سی ہو گئی تھی۔ اداس آنکھوں اور سوگوار چہرے کے ساتھ خاموشی سے کام کرتی ہوئی یہ وہ رشک حنا تو نہیں لگتی تھی۔ جس نے ان کے نام سے وابستہ ہو کر اس گھر میں قدم رکھا تھا۔ ملگجے سے لباس میں الجھے الجھے بالوں کے ساتھ تھکی ہوئی پژمردہ سی وہ چپ چاپ اسے گہری نظروں سے دیکھتے رہتے۔ پتا نہیں وہ کیوں ان دنوں خود کو اس کا مجرم سمجھتے اگر وہ انہیں ناپسند کرتی ہوتی تو اس طرح خود پر ہر خوشی حرام نہیں کیے رکھتی۔ بغیر کسی صلے کے وہ کس طرح ان کی خدمت کرتی تھی۔ ہر ضرورت پوری کر رہی تھی۔ بغیر ان کے کچھ کیے آخر کیوں۔ جبکہ وہ بدلے میں اسے کچھ بھی نہیں دے رہے تھے۔

سوائے بے رخی اور نفرت کے تو وہ کیوں اتنا ایثار کر رہی تھی۔ ہر وقت یہ سوال ان کے ذہن میں رہتا۔ رملہ نے اس کے خلاف جتنی باتیں بھی انہیں ذہن نشین کروانے کی کوشش کی تھی۔ اس میں سے ایک بھی سچ ثابت نہیں ہوئی تھی۔ اور جب سے انہوں نے رملہ اور فیضان کی گفتگو سنی تھی۔ ان کا خود کو ملامت کرنے کا جی چاہا — رملہ صرف رشک کو نیچا دکھانے کے لیے اسے شکست

دینے کے لیے یہ کھیل کھیل رہی تھی، ورنہ اُسے اُن سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ ماسوائے اُن کی دولت کے۔ حیرت کے ساتھ کتنا صدمہ بھی ہوا تھا اُنہیں کہ ایک ایسی عورت کی خاطر وہ اُس کے ساتھ کیسا سلوک روا رکھتے تھے۔ اُس دن کے بعد اُنہوں نے رملہ کی پذیرائی کرنا چھوڑ دی تھی۔ اُن کے بدلے تیور کو دیکھ کر۔ وہ حیران ضرور تھی۔ لیکن اب بھی پتا نہیں کس اُمید کے سہارے اُن سے تعلق توڑنا نہیں چاہ رہی تھی۔ نجیب ــــ ذہنی خلفشار کا شکار رہتے تھے آجکل۔

نگی کے بیٹے کا برتھ ڈے فنکشن تھا۔ اُس کا جانے کو بالکل دل نہیں چاہ رہا تھا۔ لیکن بی بی کے مجبور کرنے پر چلی گئی تھی۔ پتا نہیں دل کیوں گھبرا رہا تھا نجیب کی غیر حاضری کو سب نے ہی محسوس کیا اُس نے کام زیادہ ہونے کا بہانہ کر کے اُنہیں مطمئن کر دیا تھا۔ لیکن وہ خود عجیب سی گھبراہٹ کا شکار تھی۔

"کیا بات ہے تم کچھ چپ چپ سی ہو۔" نزہت خالہ نے کہا تو وہ زبردستی مسکرا دی۔

"نہیں خالہ ایسی تو کوئی بات نہیں، بس میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" اُس نے جھوٹ بول کر اُنہیں مطمئن کیا۔

"نجیب بھائی کے بغیر دل نہیں لگ رہا کیا؟" نگی کے معنی خیز جملے پر وہ بمشکل مسکرائی تھی۔ اسی دوران حزم بھائی نے آ کے بی بی کے فون کا بتایا۔ وہ حیران رہ گئی۔ بی بی نے کیوں فون کیا ہے۔ انجانے خدشات نے سر اُبھارا اور اُس کے واہمے صحیح تھے، بی بی نے جو کچھ بتایا اُس نے بمشکل خود کو سنبھالا تھا۔

"کیا ہوا حنا خیریت تو ہے نا!" نگی نے اُس کے سفید پڑتے چہرے کو دیکھ کر پریشانی سے کہا۔

"نگی، نجیب ہاسپٹل میں ہیں اُن کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔" اُس نے آہستہ سے کہا۔ وہ بالکل بے دم ہو رہی تھی۔ اُسے معلوم بھی نہیں ہوا اُس کا چہرا آنسوؤں سے بھیگتا جا رہا تھا۔

"حنا! خود کو سنبھالو، پلیز سب ٹھیک ہو جائے گا، تم اتنی پریشان مت ہو۔" وہ سب اُسے تسلی دے رہے تھے۔ لیکن درحقیقت سب ہی پریشان تھے۔

بیڈ پر بے بسی سے لیٹے نجیب کو اُس نے دیکھا۔

"بی بی! آپ تو کہتی تھیں میرے آنگن میں بہاریں بھی آئیں گی، لیکن یہ۔ یہ سب۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

جب سے نجیب ہاسپٹل میں تھے، وہ ایک منٹ کے لیے بھی وہاں سے نہیں گئی تھی۔ بابا نے اور سب نے ہی کوشش کی تھی کہ وہ کچھ دیر کو گھر چلی جائے۔ لیکن اُس نے سختی سے منع کر دیا تھا۔

"اب تو وہ کافی ٹھیک ہے، تم جاؤ، ہم سب جو ہیں۔" فضہ آپی نے کہا جو نجیب کے ایکسیڈنٹ کا سن کر آ گئی تھیں۔

"نہیں آپی! مجھے ڈر لگتا ہے!"

"ضد مت کرو، دیکھو اگر تم بھی بیمار پڑ گئیں تو کیا ہو گا جاؤ شاباش، بی بی! حنا کو لے جائیں اور کوشش کیجیے گا، یہ تھوڑی دیر سو جائے۔" آپی کے مجبور کرنے پر وہ آ تو گئی تھی لیکن سارے گھر میں چکراتی پھر رہی تھی۔

"بیٹا تھوڑی دیر اپنے کمرے میں جا کر سو جاؤ، شام میں تو جانا ہی ہے۔ کیوں خود کو پریشان کرتی ہو۔" بی بی کے کہنے پر وہ مجبوراً کمرے میں آ گئی۔ ایک ایک چیز سے اُن کی خوشبو آ رہی تھی، نجیب کے تکیے پر سر رکھ کر وہ بے آواز رو رہی تھی۔ کیا ہے جو وہ مجھے پسند نہیں کرتے، میں خود کو اُن کی محبت سے آزاد نہیں کر سکتی۔

گھر آنے کے بعد وہ خاموشی سے اُسے اپنی خدمت کرتے دیکھتے، کتنی کمزور اور زرد ہو رہی تھی۔ لیکن ایک لمحے کے لیے بھی اُن سے غافل نہیں رہتی تھی۔ ساری ساری رات جاگ کر وہ اُن پر نظریں جمائے بیٹھی رہتی۔ وہ شرمندہ ہو جاتے۔ اُسے آرام کرنے کو کہتے۔

"آپ بالکل ٹھیک ہو جائیں، میں آرام بھی کر لوں گی۔"

"میں اَب ٹھیک ہوں لیکن تم بیمار ہو جاؤ گی تو مجھے اچھا نہیں لگے گا۔"

"آپ میری فکر نہیں کریں۔" وہ آنسو چھپانے کو رُخ موڑ کر کچھ کرنے لگتی۔

اُس دن وہ اُن کے لیے سُوپ لے کر آئی تبھی رُملہ آ گئی۔ اُس کو دیکھ کر اُس کے اندر ناگواری کی لہر دوڑ گئی۔ لیکن نجیب کے خیال سے وہ اُسے کچھ کہہ بھی نہ سکی۔

"آپ سُوپ پی لیں۔" اُس نے سہارا دے کر نجیب کو بٹھایا۔ تو وہ حیرانی سے اُسے دیکھنے لگی۔

"پلیز رِشک حنا! کافی ملے گی۔" رُملہ نے ڈھٹائی سے فرمائش کی تو وہ کڑھ کر رہ گئی۔ وہ شاید اُسے وہاں سے بھگانا چاہتی تھی۔ اُس نے ایک گہری سانس لی۔

"رِشک! بی بی سے کافی کے لیے کہہ دو۔" نجیب نے کہا تو رُملہ فوراً بول پڑی۔

"اوہ نہیں نجیب، مجھے حنا کے ہاتھ کی بنی کافی پسند ہے۔"

"بہتر میں لاتی ہوں۔" وہ چلی گئی تو رملہ نجیب کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"تو تم آخر اِس لڑکی کے چکر میں آ ہی گئے، حیرت ہے مجھے تم پر، تم تو کہتے تھے تم اس زبردستی کے بندھن سے آزاد ہونا چاہتے ہو اور اَب یہ لڑکی اوہ مائی گاڈ یہ تو تم پر چھا رہی ہے اور تم اس کی خدمتوں سے متاثر ہو چلے ہو۔" وہ غصے سے پھنکار رہی تھی۔

"رُملہ دل یو شٹ اَپ وہ کوئی لڑکی نہیں میری بیوی ہے اور جس طرح تم اُس کا ذکر کر رہی ہو، وہ میرے لیے ناقابلِ برداشت ہے اور میں نے تم سے کبھی یہ سب نہیں کہا تھا۔ جو تم کہہ رہی ہو۔ تم یہ سب محض رِشک کو نیچا دکھانے کے لیے اُسے شکست دینے کے لیے کرنا چاہ رہی تھیں۔ تمہاری اصلیت سے تو میں خوب واقف ہوں، تم مجھ پر کیا واضح کرنا چاہتی ہو، وہ میں خوب جانتا ہوں۔ کیا میں نہیں جانتا تم یہ سب کھیل کس لیے کھیل رہی تھیں۔ اور پلیز اَب یہاں مت آنا۔ میں تم سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتا۔" اُن کے لہجے میں اتنی نفرت و حقارت تھی کہ وہ حیرت سے اُنہیں دیکھ کر رہ گئی۔

اسی دوران وہ کافی لے کر آ گئی۔ لیکن اندر کا منظر اُس کی سمجھ سے باہر تھا۔ غصے سے کھولتی رملہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ اُس کی طرف اُس نے تیز نظروں سے دیکھا۔

"تو بالآخر تم نے مجھے شکست دے ہی دی۔"

"جی آپ کیا کہہ رہی ہیں۔" وہ کچھ نہیں سمجھی تھی۔

"مائی فٹ۔" وہ اتنی تیزی سے اُٹھ کر چلی گئی کہ وہ اُسے روک بھی نہیں سکی۔

"کیا ہوا میں نے تو کچھ بھی نہیں کہا یہ اس قدر ناراض کیوں ہو رہی تھیں۔" اُس نے ڈرتے ڈرتے نجیب کی طرف دیکھا۔ لیکن خلافِ توقع اُن کے چہرے پر ہلکی مسکراہٹ تھی۔

"کچھ نہیں تم اُس کو نہیں سمجھ سکتیں، یہاں آؤ۔ میرے پاس آؤ۔"

"جی۔" وہ بیٹھی تو اُنہوں نے اُس کا ہاتھ آہستہ سے تھام لیا۔ ایک لمحے کو اُس نے چونک کر اُن کی طرف دیکھا۔ لیکن اُن کے چہرے پر اتنی نرمی اور محبت تھی کہ وہ اس تبدیلی پر حیران بھی نہ ہو سکی۔

"میں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ بات کہاں سے شروع کروں۔" اُنہوں نے کہا۔

"جو بھی بات ہے، آپ بعد میں کر لیجیے گا۔ ابھی آپ تھک جائیں گے۔ ڈاکٹر نے آپ کو منع کیا ہے نا۔" وہ اَب بھی اُن کی دلی کیفیت سے بے خبر تھی۔

"نہیں رِشک اَب مجھے مت روکو، مجھے کہنے دو۔ میں اَب تھک گیا ہوں، آج میں جتنے اعترافات کرنا چاہتا ہوں کرنے دو، تم صرف سُنو۔ وہ سب کچھ جسے کہنے کو میں ایک عرصے سے بے چین تھا۔ لیکن کہہ نہیں پاتا تھا۔" اُس کے ہاتھ پر اُن کی گرفت مضبوط ہو چلی تھی۔ اُس نے دھڑکنوں میں واضح ارتعاش محسوس کیا تھا۔

"سچ پوچھو تو میں نے آپی کو اس وقت شادی

کے لیے بالکل منع کر دیا تھا۔ اُس کی وجہ رملہ نہیں تھی بس پتا نہیں کیوں میں شاید ایسی ذمہ داریوں سے ابھی بچنا چاہتا تھا۔ پھر آپی نے مجھے تمہارے بارے میں بتایا اور ساتھ یہ بھی کہ۔ یہ فیصلہ میرے پپا اور تمہارے بابا کا تھا میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا میں نے تمہیں بالکل نہیں دیکھا تھا۔ لیکن تمہارا نام مجھے اتنا اچھوتا اور خوبصورت لگا تھا کہ میں باوجود چاہنے کے آپی کو منع نہیں کر سکا۔ یوں تم میری زندگی میں شامل ہوگئیں۔ پہلی مرتبہ جب میں تمہارے ہاں آیا تھا۔ تب میں نے تمہاری ایک جھلک دیکھی تھی۔ لیکن کیونکہ میں دل سے راضی نہیں تھا۔ اس لیے میں نے تمہیں ٹھیک سے دیکھنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ پھر اُس کے بعد شادی کے دن تک میں نے کتنی مرتبہ یہ سُنا کہ تم مجھ سے بہت چھوٹی ہو، مجھے پتا نہیں کیوں یہ سب اچھا نہیں لگتا تھا۔ حالانکہ یہ ایسی کوئی عجیب بات نہیں تھی۔ لیکن میں پپا کے اس فیصلے پر اندر ہی اندر ناراض ہوگیا تھا۔ یہ احساس بھی ہو چلا تھا کہ شاید انجانے میں تم پر ظلم ہوگیا ہے۔ بہرحال اُس رات جب میں بیڈروم میں آیا تو تم نیند سے بے حال تھیں، مجھے تم پر ترس بھی آیا تم یقیناً اتنی بڑی ذمہ داریوں کی متحمل نہیں تھیں — کیونکہ یہ تمہارے بابا کا فیصلہ تھا اور یقیناً تم اُس سے آگاہ تھیں اور اس میں تمہاری رضا بھی شامل تھی۔ اسی لیے یہ سب سوچ کر میں نے تمہاری طرف پیش قدمی کی لیکن تمہارے رویے نے مجھے احساس دلایا کہ نہ صرف یہ کہ تم میرا ساتھ ذہنی طور پر قبول کرنے کو تیار نہیں ہو بلکہ شاید تم مجھے پسند بھی نہیں کرتی ہو۔ جبکہ میں تمہارا وہ روپ دیکھ کر جیسے پاگل ہو گیا تھا۔ (اس کے لیے یہ مقام حیرت تھا۔) لیکن تمہارے رویے نے، تمہارے گریز نے میرے اندر کے اَنا پرست مرد کو جگا دیا۔ تبھی اس رات سے میں پورا پورا جل رہا تھا۔ لیکن تمہیں کبھی اس کا احساس نہیں ہونے دیا۔ جب تم میرے نزدیک ہوتی تھیں تو میرا سلوک تم سے جان کر ایسا ہو جاتا کہ تمہیں گراں گزرتا تھا۔ کیونکہ میں خود سے ڈرتا تھا کہ کہیں ایسا کچھ نہ ہو جائے یا کوئی ایسی بات نہ ہو جائے جو تمہاری مرضی کے خلاف ہو اور بعد میں مجھے پچھتاووں کی تند گیر دے۔ بس یہی وجہ تھی کہ میرا سلوک تم سے بد سے بدتر ہوتا چلا گیا۔ کبھی کبھی مجھے تم پر بے تحاشا غصہ آتا تم خود کتنی پُرسکون لگتی تھیں مجھے بے سکون کر کے تب میں بے تحاشا سگریٹ پینے لگتا حالانکہ جانتا تھا کہ تم میری اس عادت کو پسند نہیں کرتی ہو۔" وہ ایک لمحے کو رُکے۔ وہ سانس روکے یقین اور بے یقینی کی کیفیت میں اُن کے اعترافات سُن رہی تھی۔

"میں جانتا ہوں یہ سب تمہارے لیے یقیناً ناقابلِ یقین ہے۔ لیکن یہی حقیقت ہے۔" اُنہوں نے کہا تو وہ چونک گئی۔

"بس اُن ہی دنوں میں غیر محسوس طریقے سے رملہ میں پناہ ڈھونڈنے لگا یہ بھی سوچتا تھا کہ تم اس طرح جیلس ہو گی اور اپنے حق کے لیے آواز اُٹھاؤ گی۔ لیکن تم نے تو جیسے آنکھیں اور کان دونوں بند کر رکھے تھے۔ تم یقین کرو رشک، رملہ سے میری صرف دوستی تھی اور کچھ بھی نہیں، وہ جان گئی تھی کہ تمہارے اور میرے تعلقات ویسے نہیں جیسا کہ ہونے چاہئیں۔ بس اس سے فائدہ اُٹھا کر وہ تمہارے خلاف مجھے بھڑکانے کی کوشش کرتی اُس کا خیال تھا کہ تم کسی اور کو چاہتی رہی ہو گی۔ اسی لیے خوش نہیں ہو کبھی کبھی میں بھی اُس کے ذہن سے سوچنے لگتا میرا دل اُس وقت چاہتا کہ میں تمہیں ختم کر دوں۔ جب تم میری نہیں ہو سکیں تو کسی اور کے لیے بھی تم کیوں سوچو۔ لیکن تمہارا خاموش سلوک دیکھ کر اور بی بی کی باتیں سُن کر مجھے اپنے خیالات کی نفی کرنی پڑتی۔ پھر پتا نہیں کیا ہوا کہ میں رملہ سے اُس کی باتوں سے اُکتانے لگا۔ ظاہر ہے وہ میری منزل نہیں تھی۔ منزل تو میرے بہت قریب تھی۔ لیکن اُس تک پہنچنے کے لیے میں نے خود ہی اپنے اوپر کڑے پہرے لگا رکھے تھے۔ تم سے دور رہنا یہ میرا اپنا ہی فیصلہ تو تھا۔ پھر اِس فیصلے میں دراڑ پڑنے لگی میرا دل ہر دم تمہیں دیکھتے

رہنے کی خواہش کرنے لگا۔ تمہاری قربت کے لیے بے چین رہنے لگا۔ کبھی میں سوچتا کہ تم سے کہہ دوں کہ بس اب بہت ہو گیا مجھے اور مت ستاؤ میرے ضبط کا اور امتحان مت لو۔ لیکن اب کے تمہاری طرف اتنی سرد مہری اتنی لاتعلقی تھی کہ میں باوجود نہ چاہنے کے تمہاری سرد مہری اور خاموشی سے ڈرنے لگا۔

مجھے لگتا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں تم سے کچھ کہوں تو تم اپنی ہتک محسوس کرو اور سارے ہی تعلق توڑ دو ختم کر دو۔ بس یہی چیز مجھے اندر ہی اندر ختم کرنے لگی تم سے دوری کا خود ساختہ تصور مجھے اندر سے توڑنے لگا۔ صرف تمہیں دیکھتے رہنے کے لیے میں جلدی گھر آنے لگا تھا۔ اور اس دن بھی ایسا ہی ہوا تھا ذہن میں اتنی بہت سی گرہیں پڑی ہوں تو ایکسیڈنٹ تو ہونا ہی تھا۔ مجھے تو اپنا بچ جانا بھی معجزہ ہی لگتا ہے شاید تمہاری دعاؤں کا اثر ہو یا شاید خدا کو مجھ پر رحم آ گیا ہو، تم مجھ سے جو بھی سلوک کرو، لیکن رشک پلیز خدا کے لیے مجھے ٹھکرانا نہیں مجھے چھوڑ مت دینا۔ بے شک میں بہت برا ہوں۔ لیکن تم مجھے میری ان تمام خامیوں سمیت قبول کر لو۔ بولو! تم مجھے معاف کر دو گی۔ مجھے اپنا لو گی، مجھے مایوس تو نہیں کرو گی نا؟" آنکھوں میں امید و بیم کی کیفیت لیے وہ اُسے دیکھ رہے تھے۔ اور وہ خود اپنے آپ میں کب تھی۔

"جب تم پاس ہو گی تو آنکھوں میں نرمی اور پیار رہے گا۔" نگی نگی آواز اُس نے اپنے قریب محسوس کی۔

"عورت جھکتی ہے تو جھکا بھی لیتی ہے صبح کا بھولا شام کو بالآخر گھر لوٹتا ہے کسی کل کا سورج تمہارے لیے بھی بہار کی نوید لے کر طلوع ہو گا۔"

بی بی نے کہا تھا اُسے بی بی کی بات پر یقین تھا لیکن پھر پتا نہیں کیوں وہ مایوس ہو گئی تھی۔ لیکن اپنے قریب بیٹھے اس کلف زدہ مغرور شخص کے منہ سے اعترافات سن کر اُسے یقین آ رہا تھا کہ اُس کی زندگی میں وہ صبح بہاراں طلوع ہو چکی ہے۔ اُس کے چہرے کی مسکان گہری ہونے لگی تو انہوں نے اُسے اپنے سے قریب کر لیا۔

"تمہیں یاد ہے نا اگلے مہینے ہماری شادی کی دوسری سالگرہ ہے۔ پچھلے سال اور آج سے پہلے جو کچھ ہوا اُسے میں نے بھی بھلا دیا ہے۔ اور تم بھی بھلا دو۔ اب ہم اپنی زندگی نئے سرے سے شروع کریں گے اور۔" وہ رک کر اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگے۔

"اور کیا؟" اُس نے بے یقینی سے پوچھا

"اور یہ کہ آپی کی بات بھی اب مان لینی چاہیے" انہوں نے قدرے شوخی سے کہا تو وہ کچھ نہ سمجھ سکی۔

"کون سی بات؟" اُس نے سر اٹھا کر اُن کی طرف دیکھا۔

"پہلے جب آپی نے کہا تھا تو میں نے کہا تھا ابھی کوئی جلدی نہیں۔ لیکن میرا اب خیال ہے کہ دیر نہیں ہونی چاہیے۔ اگلے سال شادی کی سالگرہ ہم تینوں منائیں گے!"

"ہم تینوں کون؟" وہ حیران تھی۔

"بھئی تم میں اور۔ اور وہ جسے آ جانا چاہیے تھا۔"

اُن کی شرارت سے کہی بات نے اُس کے چہرے پر سرخیاں بکھیر دی تھیں۔ اور پھر اُن کے بلند ہوتے قہقہے نے اُسے بالکل ہی نروس کر دیا۔ ایک جھینپی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ اُس نے کمرے سے جانا ہی بہتر جانا تھا۔

Digestlibrary.com